cat. by
SVA

دیوان

مصحفِ بیدم

نورالعین



پیشکش

زبادشاہ و گدا فارغم بحمد اللہ
گدائے خاکِ درِ دوست پادشاہ من است

میں اپنی مخلصانہ ارادت و عقیدتمندی کی بنار پر اس رسالہ نور العین معروف "مصحفِ بیدم" کو اپنے شہنشاہِ عرش پائیگاہ حضور امام الاولیا حضرت سیدنا وارث پاک نور اللہ ضریحہ کے خدام آستانہ عالیہ کی خدمت میں بامید قبولیت پیش کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزّو شرف

محتاج کرم

فقیر بیدم وارثی

دیباچہ

از خامۂ حقیقت نگار معین الملت مصوّرِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی

کلامِ بیدمؔ

حضرت بیدمؔ وارثی کے کلام کو اردو زبان اور ہندی زبان میں وہی فوقیت حاصل ہے جو دورِ آخر میں حضرت مولانا حاجی وارث علی شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ کو اپنے عصر کے فقرا و مشائخ پر حاصل تھی۔ مثنوی مولانا روم کی نسبت یہ کہا ہے کہ "ہست قرآن در زبان پہلوی" اسی طرح کلام بیدمؔ کی بابت یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہست سبحان زبانِ پوربی۔ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی نے فرمایا ہے۔ میں نے الست بربکم کی صدا پوربی زبان میں سنی تھی اور ان کے خانہ زاد حسن نظامی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کی بنیاد عشق حقیقی کے اوتار حضرت حاجی صاحب قبلہ تھے اور کلام بیدمؔ میں اس اوتار کا اصلی روپ سمایا ہوا نظر آتا ہے۔

آئندہ زمانہ میں اردو زبان بحیثیت زبان کے جس قدر ترقی کرے گی اس میں غالب و ذوق وغیرہ کے چرچے بھی ترقی کریں گے وہ اردو شاعری کے روح رواں تھے۔ لیکن کلام بیدمؔ سے بیدم اردو میں روحانی جان پیدا ہو گئی۔ اس لئے میں کلام بیدمؔ کا وجود کائنات میں دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور روح سے خیر مقدم کرتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ بیدمؔ تخلص ہی پورا کلام ہے اور اس کے بعد جو کچھ ہے وہ تخلص کی تفصیل و تشریح ہے اور جب تک اردو کے دم میں دم باقی ہے کلام بیدمؔ ہمیشہ باقی رہے گا۔ (حسن نظامی دہلوی)

حضور رحمۃ اللعالمین اور انکی رحمتِ کاملہ سے حصہ وافر پانے والے ذات قدسیہ کو بنا رکھا ہے اسلئے اس حامی عصر ذوق وقت اور محسنِ زمانہ کے کلام کی بدولت نہ صرف ہمارے اعراس کی محفلیں گرماتی ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے سرد دل بھی ہنگامی طور پر سہی مگر ایک گرمی محبت محسوس کرتے ہیں روتے ہیں متاثر ہوتے ہیں اور اس جذبہ کو پالیتے ہیں۔ جو خشیت کی روح بلکہ حاصل حیاتِ مستعار ہے۔

بدقسمتی سے فقیر راقم الحروف کو خود ملک کے اس مایہ ناز شاعر کی زبان مبارک سے ان کے کلام بلاغت التیام سننے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ لیکن سُنتی ہوں اسلئے بہت بار قوالی کی طرب انگیز محفلوں میں جنابِ محترم کی نعتیہ غزلیں اور ٹھمریاں اور وہ کلام جو حضرت اسد اللہ غالب اور سرکار بغداد رضی اللہ عنہا کی شانِ اقدس واطہر میں آپ نے فرمایا سنا ہے اور لطف کیا تو سنا ہے۔ اس لئے میرے لیے یہ مژدہ مایۂ انبساطِ روحانی ہے کہ آپ کا کلام عنقریب یکجا ہو کر طبع ہونے والا ہے۔

غالباً ہمارے محترم دوسرے حقیقت شناس صوفیوں کی طرح وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔ اس لئے خود اپنی ذات کو بنانے کے ساتھ چاہتے ہیں کہ لاکھوں دل والوں کو بیدم بنادیں۔ بہتر ہے ؏

سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

فقیر دلی مسرت کے ساتھ بیدم کرنے والے کلام بیدم کا پورے شوق روحانی سے منتظر اور دم بدم دعا کرتا ہے کہ عشاق وارباب حقیقت کا یہ ہمدم جلد منصۂ شہود پر آئے اور ہمارے ایسے مردہ دلوں کی محفلوں کو دمِ آخر تک گرم وبحال رکھے۔

فقیر شہید انصاری رزاقی قادری

تقریظ از کامل الفن نقادِ سخن حضرت علامہ بیخود صاحب موہانی ایم۔ اے
پروفیسر شیعہ کالج لکھنؤ

حضرت بیدم وارثی دنیائے شاعری میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپکے دلآویز نغمے فضائے ہند میں گونجتے رہتے ہیں۔ آپ کے کلام فصاحت التزام و بلاغت نظام نے ہمیشہ اہلِ ذوق کو گوش بر آواز پایا۔ آپکے کلام کی نمایاں خصوصیت سوز و گداز و اثر ہے جس کا راز یہ ہے کہ آپ بیتی کمتر اور آپ بیتی بیشتر کہتے ہیں مختصر یہ کہ آپ وہی کہتے ہیں جو آپ کا دل کہتا ہے اور دل کی زبان کا اثر کچھ اہلِ دل ہی جانتے ہیں۔ آپ کی خوش گوئی و مضمون آفرینی و نکتہ سرائی کا اعتراف ان دقیقہ سنجوں کو ہے جن کی نکتہ رسی پر ایمان لائے بنتی ہے آپ طریق راسخہ شعراء پر گامزن نہیں اور آجکل کے مضامین سرود بے ہنگام سے آپ کا ساز طبیعت خالی ہے اور یہ ایسی نعمت ہے جس پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ آپ ہر رنگ پر قادر ہیں مگر مضامین تصوف و معتقدات سے آپ کا دیوان مالا مال ہے۔ معرفت کے اسرار ایسی سادگی سے بیان کرتے ہیں کہ دل مزے لیتا ہے روح وجد کرتی ہے۔ آپ کے اشعار صدق و صفا کے آئینہ دار اور مہر و وفا کے گنجینہ دار ہیں۔ خیالات کی بلندی، مضامین کی ندرت طرز ادا کی جدت آپ کا دم بھرتی ہے۔ نئی ترکیبوں کے ابداع پر قدرت ہے۔ آپکے عاشقانہ سوز و گداز درد اثر سے ہمکنار ہیں۔ اشعار عارفانہ میں آپ کی فکر لامکاں سیر ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

ہنستے تھے وصل میں در و دیوار میرے ساتھ　　یا رو رہے ہیں دیکھ کے دیوار و در مجھے

پہلا مصرعہ کیفیت انبساط کا لاجواب مرقع ہے تو دوسرا مصرعہ انقباض دل کی بیمثال تصویر چشم بد دور دونوں مصرعے برابر کے ہیں اور کونین عشق (ہجر و وصال) کی تصویر کا پردہ۔ وصل یار میں دنیا کا بہشت بہار بن جانا فراق یار میں عالم کا تیرہ و تار ہو جانا ہے۔ اُبھر ابھر کے ظاہر ہوتا ہے۔ ہنسنے اور رونے کا تقابل اس برجستگی سے ہوا ہے کہ تصنع کی چھاؤں میں بھی نظر

نہیں آتی۔

شکستِ توبہ کی تقریب میں جھک جھک کے ملتے ہیں
کبھی پیمانہ شیشے سے کبھی شیشے سے پیمانہ

رندانہ مذاق میں قابلِ داد شعر ہے۔ توبہ ٹوٹ چکی، برابر شراب ڈھل رہی ہے۔ رند عالمِ سرور میں شیشہ و پیمانہ کے ملنے پر سمجھ رہا ہے کہ توبہ کے ٹوٹنے پر عید منائی جا رہی ہے جھک جھک کے ملتے ہیں یہ ایسے الفاظ رکھدیئے ہیں کہ بیانِ واقعہ واقعہ نظر آنے لگا ہے۔

کچھ نہیں معلوم کوئی زینتِ آغوش ہے
بے نیاز ہوش کتنا بے نیازِ ہوش ہے

محویتِ عاشق کی کتنی کیف انگیز تصویر ہے
اس لئے کہ جس پر جاتی ہے وہ ہمکنار ہے

مگر خیال عاشق ہے کہ عالمِ تصوّر کے منظر میں محو ہو رہا ہے۔ ہجر و وصال میں امتیاز ہے۔ لطف یہ ہے کہ یہ کیف کسی تماشائی کی زبان سے ادا کی گئی ہے اگر خود عاشق یہی بات اپنی زبان سے کہتا تو محویت کا لاجواب طلسم ٹوٹے بغیر نہیں رہتا۔ وہی زبان کی دل کشی، بیان کی روانی، زبان کی برجستگی اس کا بے نیازِ توصیف ہونا ظاہر ہے۔

اشعارِ مندرجہ ذیل تصوف کی کائنات ہیں :—

جلوہ گاہِ ناز کے پردوں کا اٹھنا یاد ہے
پھر ہوا کیا اور کیا دیکھا یہ کس کو ہوش ہے

اسکے حریمِ ناز میں عقل و خرد کو دخل کیا
جس کی گلی کی خاک کا ذرہ جہاں راز ہو

تیری گلی میں پل کے جا جائے کہاں ترا گدا
کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو

ترا جلوہ جو ہستی ہے تو پھر قیدِ نظر کیسی
مری ہستی جو پردہ ہے تو یہ بھی درمیاں کیوں ہو

مختصر یہ کہ کلامِ بیدم شاعری کے لئے مایہ ناز سرمایہ امتیاز ہے۔ متکلم حقیقی اسے وہ حسنِ قبول عطا فرمائے جو اربابِ محنت کی تمنّا ہے۔

(خاکسار بہزاد موہانی)

تقریظ از سخنورِ یکتا لسان الحقیقت حضرت مولانا افقر صاحب موہانی وارثی
(مالک و مدیر جامِ جہاں نما لکھنؤ)

جو نجستہ صبح دمے کز آں گل نو رسم خبرے رسد ‌‌‌ ‌ زنسیم جعد عنبر فش بمشامِ جاں اثرے رسد

شاعری کا معیار اس جذبۂ لطیف پر ہے جو فطری طور پر ہر اہلِ ذوق کے دل میں بمراتب مختلف اوقات میں پیدا ہوتا رہتا ہے۔ دل کا تعلق احساس سے اور احساس وابستہ کیفیت و درد سے ہے۔ اسلئے کسی شاعر کا معیارِ سخن صحیح معنوں میں درد احساس سے کسی حال میں علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس احساس و درد کو اگر شاعری سے لگاؤ نہیں تو وہ شاعری نہیں بلکہ اس کی ہوس یا آرزو ہے۔ اخی الطریقت حضرت سراج الشعرا لسان الطریقت بیدم شاہ وارثی اٹاوی کے جواہر افکار بیشتر انہی کیفیات و احساسات کے حامل ہوتے ہیں جن کا تذکرہ دعبارت ماسبق میں کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سننے والے پر بیاختہ وہی کیفیت طاری ہوتی ہے جو کہنے والے نے متاثر ہو کر نظم کی ہے۔ میں موصوف کے کلام کو ایک عرصۂ دراز سے اسی رنگ و تاثیر میں ڈوبا ہوا سنتا چلا آرہا ہوں۔ اس کے ساتھ علم کلام اور علم بیان، کی دوسری صفاتِ محمودہ [illegible] اکات، ترنم، و ارادت آمد، ندرت رنگینی وغیرہ غرضکہ دیگر محاسن سخن جو کسی شاعر کے کلام کو علاوہ مقبول عام بنانے کے اسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیتے ہیں۔ ان کی بھی بالالتزام جھلک ہر موقعہ پر نظر آتی ہے۔ اور اس سے شاعر بحرِ علمی اور مشقِ کلام نیز طبیعت کی روانی کا پورا پورا اندازہ ہو سکتا ہے معائب بھی لازمۂ کلام ہیں لیکن وہ اسی حد تک نظر انداز کیے جا سکتے ہیں جسقدر الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کا تعلق ہے۔ چنانچہ یہاں بھی وہی حال ہے۔ شاہ صاحب موصوف کا کلام مختلف اصنافِ سخن پر محمول ہے اور ہر صنف میں اثر و تاثر کی پوری پوری تصویر نظر آتی ہے یعنی جہاں جس قسم کی مصوری درکار ہوتی ہے صرف کی گئی ہے اسی کو قدرتِ سخن کہتے ہیں

سلسلۂ آتش مرحوم میں مولانا نثار اکبرآدی ممتاز شاعر گذرے ہیں۔ آپ کو انہی سے فیضِ سخن اور شرف تلمذ حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں آتش مرحوم کی سی کیفیات قلبی، دردِ احساس، تصوف اور سوز وگداز کی چاشنی نمایاں نظر آتی ہے۔ کلام بیدم کی غیر معمولی شہرت و مقبولیت کا سبب نہ اخباری پروپیگنڈا ہے نہ احباب و تلامذہ کی عقیدتمندی۔ بلکہ ان کے کلام کا اس قدر مشہور و مقبول ہو جانا محض کلام کی فطرت بیانی اور جذبات کی حقیقت نگاری ہے۔ سننے والے نے خواہ کسی مطرب خوشنوا سے سنایا۔ کسی اخبار رسالہ میں پڑھا۔ بیساختہ گرویدہ ہو گیا۔ نہیں معلوم کتنے اربابِ ذوق تو ایسے ہیں جو بیدم شاہ صاحب کے نام کے شیدائی ہیں۔ اور جنھوں نے کبھی موصوف کو دیکھا بھی نہیں۔ صرف ان کے کلام سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اسی طرح حضرت بیدم کے کلام کا طرۂ امتیاز نہ ان کی درویشانہ شخصیت ہے نہ ان کے احباب و معتقدین کی کثرت۔ بلکہ ان طرز بیان اور انداز سخن جس میں جدّت، ندرت، درد، سوز و گداز اور عرض نیاز کا کچھ ایسا رنگ ہوتا ہے جو فوری اپنی طرف اہل ذوق کو کھینچ لیتا ہے۔ حقائق و معارف کی توجیہہ، تغزل کا التزام، تصوف کی چاشنی، واقعات اور واردات کی تشریح۔ تخیلات کی تعبیر ایسے مناسب اور صحیح طریقہ سے ادا کی جاتی ہے جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کلام خود کلیم کی تفسیر ہے۔ دیکھنے والے سب کچھ پائیں گے۔ یہاں دریا کو کوزہ میں بند کرنا مجھ ایسے بے بضاعت کا کام نہیں۔ قصد تھا کہ کوئی قطعہ تاریخ طبع دیوان کا پیش کرتا۔ مگر برا ہو پریشانی خاطر کا کہ یہ بھی نہ ہو سکا۔ دعا ہے کہ قادرِ مطلق اس دیوان کو مقبولِ انام فرمائے اور حضرت بیدم شاہ صاحب مدظلہ باوجود اپنی درویشانہ عزلت نشینی کے دنیائے سخن کے ذرّہ ذرّہ میں جلوہ افروز نظر آئیں۔

بہارِ عالم حسنش دل وجاں تازہ مے دارد
برنگ ارباب صورت بوز ارباب معنی را

(فقیر اقبر موہانی وارثی عفی عنہ مالک و مدیر جام جہاں نما از لکھنؤ)

تقریظ و تعارف از نقاشِ معانی حضرت علامہ حکیم ابو العلا صاحب ناطق لکھنوی

تصوف کے معروف اور عام مسائل مجالس شعر میں تعارف کے محتاج نہیں۔ باطنیاتِ خصوصی ان کے لئے زبانِ اظہار کہاں؟

رموزِ باطنی لامحدود، غیر متعین اور ذخیرہ الفاظ تعینات کی ایک فرہنگ وجدانیات گویا حواسِ باطنی کے نفیات ہیں اور زبانِ ادب معاملاتِ ظاہری کے اسباب دونوں کے دو عالم جدا جدا ہیں۔ ان میں باہمی ربط ضبط ہے بھی اور نہیں بھی ؎

کیونکر اے صدالتِ روحانی تمہیں ظاہر کروں
عالمِ باطن کے لوگوں کی زباں کوئی نہیں

ہر باطن کے لئے "ظاہر"، ہر منزل کے لئے "راہ"، ہر نور کے لئے "حجاب"، اور ہر حقیقت کے لئے مظہر ضرور ہوتا ہے مگر جو باتیں ظہور میں آئیں پھر وہ باطن ہی ظاہر ہے۔ جس منزل تک رسائی ہو جائے پھر وہ منزل بھی راستہ ہے۔ جب نور کا حجاب رفع ہو جائے پھر وہ نور بھی حجاب ہی ہے ؎

جسے منزل سمجھتا ہوں وہ پھر منزل نہیں رہتی
حجاب و نور کا یہ سلسلہ یارب کہاں تک ہے

ہر لفظ ایک معنی رکھتا ہے، ہر معنی ایک مطلب، ہر مطلب ایک مفہوم رکھتا ہے۔ ہر مفہوم ایک نتیجہ۔ غرضیکہ ہر ذرہ ایک مسلسل اور متناہی زنجیر کی کڑی ہے۔ مگر کسی ذرے کی حقیقت کا انکشاف ناممکن۔ اگر ہو تو ذرہ ذرہ نہ رہے۔ نقطہ کی جگہ معین ہو تو نقطہ نہ رہے قطرے کو حل کیجئے تو پھر قطرہ کہاں۔ مگر حقیقت ظاہر نہیں ہوتی۔ مگر حقیقت بغیر ظاہر ہوئے بھی نہیں رہتی۔ نرگس کی پنکھڑی کیمیادی تشریح میں برباد ہو جاتی ہے۔ مگر جب اپنے آپ کو شاعر کے سپرد کر دیتی ہے تو بغیر خاک میں ملے اپنی حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتی

ہے۔ حقیقت صوفی کے دل میں جا کر پوشیدہ رہتی ہے اور پناہ لیتی ہے۔ تاکہ اسے کسی کا ہاتھ بے نقاب نہ کر سکے۔ مگر شاعر اس کے کیہو میں ہاتھ ڈال کر باہر نکال لیتا ہے۔ اکثر وہ اس ظالم سے بال بال بچ جاتی ہے۔ بے درمان وہ شاعر ہے جو صوفی بھی ہو۔ جیسے بیدم شاہ کا دم ایک ایک سانس میں نفس آفاق کا پورا پورا دائرہ بناتا ہے۔ ایک ایک لفظ سے ہستی کی تصویر کھینچتا ہے۔ تصویروں میں جان ڈالتا ہے۔ حقیقت کو نمایاں کرتا ہے اور پھر حقیقت حقیقت ہی رہتی ہے۔ بال کی کھال کھینچتا ہے اور پھر بال بال میں موتی پروتا ہے۔ جو صوفی محض صوفی ہوتا ہے وہ قال کو حال لاتا ہے۔ گونگے کے خواب کی تعبیر دینا اس کی عبادت ہے۔ روح کا تار جنتری میں کھینچنا اس کی صنعت ہے۔

حضرت بیدم شاہ صاحب وارثی حقائق معارف کے جس قدر آشنائے راز ہیں زمانے والے بھی جانتے ہیں۔ مگر اظہار معارف و حقائق پر ان کو جیسی اور جتنی قدرت ہے اس حقیقت کا عرفان بہت کم لوگوں کو ہے۔

ناطق

تقریظ از مصورِ جذبات حضرت ڈاکٹر متین صاحب قزلباش
صدر انجمن بہارستانِ ادب لکھنؤ

حضرت بیدم شاہ وارثی کی ادبی اہمیت و شہرت سے کون ادیب ہے جو واقف نہیں ادبی قوتِ جاذبہ کے علاوہ آپ میں اخلاق و تواضع کا ہر دلعزیز اور دلکش جوہر بھی ہے مجھ کو ایک مدت مدید سے شاہ صاحب ممدوح کی خدمت میں شرف نیاز حاصل ہے اور میں عرصۂ دراز سے آپ کے ادب اخلاق کے جلووں کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ چنانچہ اکثر آپ کے حرکات و سکنات آپ کے تکملہ نفس کا آئینہ بن جاتے ہیں۔ آپ کی قوتِ شعری اور کلام میں جلب حقیقت کے لمعات سے اہل بصیرت ہی کی آنکھیں منور و مستفیض ہوسکتی ہیں۔ یہ تجلیاں وہی دیکھتے ہیں جنکی نظر میں بجلی کی قوتِ جاذبہ موجود ہے۔ آپ کے اشعار آثار فطرت اور انکشاف حقیقت کی رنگارنگ تصویریں ہیں اور آپ کا قلم جادو رقم احساس روحانی کا سچا مصور۔ مجھ کو مسرت بالائے مسرت ہے کہ پھر آپ کے نادر و نایاب کلام کا ایک مجموعہ بہ تسمیہ نورالعین جو زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے۔ یہ "نورالعین" ایسے ایسے حقائق و معارف کا گنجینہ ہے جس کی ضیاء سے آنکھوں کے ساتھ ساتھ دل بھی روشن ہوتا ہے۔ آپ کا ہر شعر صفائی خیال کا ایک ضوفشاں آئینہ ہے۔ اور آپ کی قوت تخیل عام فضائے شاعری سے کہیں زیادہ بلندی میں مشق پرواز کرتی ہے۔ "نورالعین" کے اوراق گلشن تعلیم روحانیت کے سر سبز پتے ہیں۔ خدا انھیں ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے۔ فقط

نقیر متین عفی عنہٗ۔

تقریظ از افصح الفصحاء حضرت مولانا شفق صاحب عماد پوری صوبہ بہار

کہنے والے کہتے ہیں "قال اور ہے حال اور مجاز اور ہے حقیقت اور شاعر حسن مجازی کا گاہک، عارف حسنِ حقیقی کا خریدار۔ یہ دیوانہ وہ ہوشیار۔ یہ دلدادہ وہ جاں نثار" کچھ ہو فدائی ہیں دونوں ایک ہی حسن کے۔ پروانے ہیں دونوں ایک شمع کے۔

عاشق ہم از اسلام خراب است ہم از کفر — پروانہ چراغ حرم و دیر نداند

سراج الشعراء بیدم کو شمعِ وارثی کہیے یا چراغ بزمِ سخن ہر طرح نورٌ علیٰ نور، اردو غزل سرائی کے دورِ حاضرہ میں ایسے سحرالبیان چند ہی نفوس نکلیں گے۔ ع

خدا کے فضل سے بیدم کا دم غنیمت ہے

آپ کا دیوان صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ، ظاہری خط و خال کی طرح باطنی حسن و جمال سے پیراستہ، عاشقانہ جذبات کی تصویر، عارفانہ خیالات کا مرقع، روحانیت کا آئینہ اسم بامسمیٰ "نورالعین" ہے۔ حسن اتفاق سے میرے لئے چہار روزہ قیام دیوے شریف کا دورہ بھی عجیب دور تھا۔ حضرت بیدم کی ترانہ سنجیوں سے میکدۂ سخن گرم رہا۔ جام پر جام، ساغر پر ساغر چلتے رہے۔ آسمان سے ابرِ رحمت کی گہرافشانیاں بھی ہوتی رہیں۔ مئے دو آتشہ نے آنکھوں میں سرور دل میں نور پیدا کر دیا۔ کلام بیدم کو شاعرانہ فقیرانہ رنگ کی مئے دو آتشہ کہتے ہیں۔ وہ خصوصیتیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) آپ نے غزل سرائی شروع کی تو سخنور عالی مقدار حضرت شاہ نثار اکبر آبادی ابوالعلائی ایسے استاد شفیق ملے جو قبلۂ اہل کمال یکتائے روزگار مولانا وحید الہ آبادی یادگار آتش لکھنوی مرحوم کے سلسلۂ تلامذہ سے تھے۔ آپ کا فطری ذوقِ سلیم اس پر حضرت نثار کی توجہ عروجِ سخن کا زینہ بن گئی (۲) لیکن ترقی سخن کی معراج کب ہوئی۔ قبولیت خداداد کی سند کس دربار سے ملی۔ اسی دربار سے جس نے فقر و فنا کا خلعت مرحمت فرمایا۔ وہ

کونسا دربار تھا؟ وہ کونسی رحمت بھری سرکار تھی؟

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا   کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

قبلۂ احرام پوشاں تجرید کعبۂ سرفروشاں توحید درویش روشن ضمیر سلطان بے تاج و سریر تاجدارِ فقر و فنا تخت نشین ملک بقا، زبدۂ ارباب وفا، قدوۂ اولیائے باصفا عاشق ازلی و معشوق بارگاہِ لم یزلی دلبند زہراؓ و جگر بند علیؓ حضرت شاہ حافظ حاجی وارث علی قدس سرہٗ الخفی والجلی جن کے کمال تجرد و تفرید نے ملک ہند میں دیوے شریف کو مرکز توحید و عرفان بنا دیا۔ اللہ اللہ وہ سخی سرکار جس کے فیضان گہربار نے ایک عالم کو دولتِ فقر و فنا سے مستغنی کر دیا۔ بقول حضرت بیدؔم ایسے داتا سے کوئی مانگے تو اس کے سوا اور کیا کہہ کر مانگے ؎

دینے والے تجھے دینا ہے تو اتنا دیدے   کہ مجھے شکوۂ کوتاہیٔ داماں ہو جائے

کہاں تک لکھوں اور کیا لکھوں "جامہ ندارم دارم از کجا آرم وگنجائش قدر خواہ وصلہ خامہ و وسعت قرطاس کوتاہ۔ الفاظ پشیمان معانی۔ معانی شرمندۂ الفاظ" محبت کا تقاضا ہے کہ دعا بر دعا ختم کروں۔

الٰہی جب تک میکدۂ وارثیؒ ہے محبت کے جام چلتے رہیں۔ خم کدۂ بیدؔم کے خم بھی ابلتے رہیں۔

الٰہی جب تک نغمے سے ساز، ساز سے نغمہ ہمدم رہے۔ مستان قاولی کے لب پر ترانۂ بیدؔم رہے۔

الٰہی جب تک بام فلک چراغِ مہر جہاں تاب سے مطلع انوار ہے سراج الشعراؔ کی شمع سخن سے بزم سخن ضیا بار رہے۔

الٰہی جب تک غازۂ عشق سے چہرۂ شام و سحر گلنار رہے چمن بیدؔم کے دم سے گلزار رہے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

شفق

تقریظ از فخر الاطبا، وحید العصر عالم علوم صوری و معنوی حضرت مولوی حکیم سید احمد صاحب احمد وارثی لکھنوی

بنام وارث عالم پناہے ۔ علی صولت محمد دستگارے
زبانہا از دیار رائے گفتار ۔ قلمہا از نم لطفش گہربار
اگر لفظ از دمش نقشِ وجودش ۔ دگر معنی جواد او نمودش
زہے پیر زماں بیکس نوازے ۔ ہمہ بیچارگاں را چارہ سازے
تقدار اسرچو احمد خاک پائش ۔ قدر خود زیر فرمان رضائش

اللہ اللہ خامۂ اعجاز نگار حضرت بیدم را نازم کہ مسیحا نفسی جاں دادگان شبہائے حسن و عشق را بتسوید۔ این نسخۂ بینو سواد عائے تازہ بخشیدہ و بجادو دمی دلخستگان عشوہ ہائے ناز و نیاز امراہم رواں پیوندے پیش کشید نظم نغزش بداں آرد زکہ گوئی سلکے است از دُرہائے آبدار بر قند سائے فرواں ترتیب دادہ عقد پروین است کہ سپہری سر دش برزمین قرطاس یار مغان فرستاد حافظ ؎

معجز است ایں شعر یا سحر حلال ۔ ہاتف را وردایں سخن یا جبریل
آفریں بر کلکِ نقاشے کہ داد ۔ بکر معنی راچنیں حسن جمیل

طرز اداش بشوخی دل از کف معنی طرازاں۔ بودہ و حسن بیانش نقش سجنان و اہل از خاطر نکتہ پردازاں زردہ تو دیز دان دیوانے ست یا گلستانے بروائح ریاحین براح روح پرور مشام جانرا شامہ نواز یا صنم کدہ ایست تجلی از رائیاں سرافراز مسلمان سوز برہمن ساز کفر پرور ایمان گداز یا دفتر میخانہ محبت است کہ اوراقش را اگر انشائے دہی بادہائے جانفزا از ہر نوروش بساغر مذاق عاشقانہ ریزد و ہنگام عرض ہنگامہ رنگ و برعطر دعنہ نظارہ و دماغ دیدہ وران نازک خیال نبرد بنام ایزد گزاریست کہ گلہائے

زنگار رنگ بہر گوشہ چمن افتادہ و نگاریست طناز کہ خود را بآرائش ہائے تو بتو عالم جلوہ داد لفظش کارگاہ دوکانے است از متاعہائے نادرہ کار بہزاراں ہزار صناع آرمنہ حرف بحر دکانیست کہ از قعرش گوہر ہائے شہوار بگوناگون بدائع بر خامے ودائر حروفش مشتاقاں جلوۂ مضامین راہداں ماند کہ روزہ داراں راہلال عید و نقطہائےکش مفلسان جواہر معانی را راچنانسے ہر کہ قفل گنجہا را داند بجد۔کوتاہی سخن چوں جادہ گفتار سر خود در دامن صحرائے اندیشہ پیچیدہ ہائے سلسلۂ تحریر بدیں جائےگاہ رسید۔خود بخود گفتم کہ شاید مادیدۂ رامدح سردون و از گل ناچیدہ بزمرہ کشودن باد بکیل مشت پیمودن است۔

غرق عرق تشویر شدم و طبل حدیقۂ تصویر خوش کردم و خونتر مجیدم تا ازیں گرانمایہ خدمت کہ برادر گرامی منش آزادہ روش بیدم شاہ وارثی بمن ہیچ و کم از ہیچ بلطف بیکراں خود سپردہ است دوش خود را سبکباری دہم و ترقیم قطعۂ تاریخ ذمن تر تبدیل ایں ہمہ بار گراں از سر خود یکسو نہم۔ وھو ھذا:-

دلکش دیوان سبحان اللہ — عشق سراپا حسن مجسم
وحش خلدہ جدول کوثر — نقشش نقش اسم اعظم
نظمش اعلیٰ لفظش موزوں — لفظش افصح معنی محکم
معنہائے نادرہ زائش — صوتِ عیسیٰؑ سیرتِ مریمؑ
احمد برگو مصرعۂ سالش — خاں سخن حیاتِ بیدم

۲۱ ۶ ۱۹

باب السلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِقَدرِ حُسنِہٖ وَجَمالِہٖ

عشق آیا ہے رفعتِ خیالی لیکر
حُسن آیا شوکتِ خیالی لیکر
ہر اہلِ کمال لیکے آیا ہے کمال
بیدمؔ آیا ہے بے کمالی لیکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیامِ سلام

بحضورِ شہنشاہِ کونین سرکار امام الاولیا وارث پاک روح اللہ روحہٗ

اے وارث و معین و مددگار خاص و عام — از ما غریب و خستہ دلم بر تو صد سلام
صد صد سلام مرشد و مولا و پیشوا — صد صد سلام ہادی و مہدی مقتدا
صد صد سلامہا بحضورِ فلک جناب — صد صد سلامہا بجگر بندِ بوترابؓ
اے سروِ باغِ مصطفوی! بر تو صد سلام — اے آفتابِ عز و شرف! بر تو صد سلام
اے جانشینِ میرِ نجف! بر تو صد سلام — نام و نشانِ مرتضوی بر تو صد سلام
اے یادگارِ مصطفوی بر تو صد سلام — اے آفتابِ عز و شرف بر تو صد سلام
اے غمگسار و حامی و مشکلکشائے من — وارثِ علی و وارثِ میراثِ پنجتن
بیدم کمینہ بندۂ بندگانِ تست — زیں در کجا رود کہ سگِ آستانِ تست

سلامِ شوق

سلامٌ علیٰ شاہِ گلگوں قبائے — سلامٌ علیٰ خواجہ دوسرائے
سلامٌ علیٰ جانشینِ محمدؐ — سلامٌ علیٰ شمعِ دینِ محمدؐ
سلامٌ علیٰ آلِ پاکِ پیمبر — سلامٌ علیٰ نورِ عینِ حیدرؓ
سلامٌ علیٰ رہنمائے طریقت — سلامٌ علیٰ خضرِ راہِ حقیقت

سلامٌ علیٰ تاجدارِ سیادت | سلامٌ علیٰ شہریارِ ولایت
سلامٌ علیٰ گنجِ اسرارِ پنہاں | سلامٌ علیٰ کعبۂ دین و ایمان
سلامٌ علیٰ خسرو مہ جبیناں | سلامٌ علیٰ تاجدارِ حسیناں
سلامٌ علیٰ نیّرِ برجِ عرفاں | سلامٌ علیٰ گوہرِ دُرّۂ ایماں
سلامٌ علیٰ ہادی و پیشوائے | سلامٌ علیٰ مرشد و رہنمائے
سلامٌ علیٰ داروئے دردِ ہجراں | سلامٌ علیٰ عیسئے دردمنداں
سلامٌ علیٰ مقصدِ دین و ایماں | سلامٌ علیٰ آرزوئے دل و جاں
سلامٌ علیٰ وارثِ دیں پناہے | ضیابخشِ حسنِ رُخِ مہر و ماہے

سلامٌ علیٰ جان و جانانِ بیدمؔ
سلامٌ علیٰ دین و ایمانِ بیدمؔ

سلام مقبول

السلام اے گہرِ قلزمِ شانِ شہدا | جانِ جانِ شہدا روحِ روانِ شہدا
السلام اے گُلِ نو رستۂ باغِ حیدرؑ | جانشینِ نبویؐ چشم و چراغِ حیدرؑ
احمدؐ و فاطمہؓ زہرا کی نشانی تسلیم | اے مرے پنجتنِ پاک کے جانی تسلیم
شہِ تسلیم و رضا آپ کے لاکھوں مجرے | مظہرِ شانِ خدا آپ کو لاکھوں مجرے

وارثِ دو سرائے بیدمؔ تجھے بیدمؔ کا سلام
ایک بیدمؔ ہی پہ کیا ہے تجھے عالم کا سلام

نیاز سلام

سلام اے ساقیِ مستاں سلام اے پیرِ میخانہ | سلام اے مرشدِ پاکاں امامِ بزمِ رندانہ

سلام اے جلوۂ جاناں سلام اے شمع جانانہ — تجلی حرم اے زینت ایوان بتخانہ
سلام اے شیخ لاثانی سلام اے مرشدِ دوراں — سلام اے تاج محبوباں سلام اے صدرِ عرفاں
سلام اے خسروِ خوباں سلام اے منبعِ خوبی — سلام اے تاج محبوباں سلام اے جان محبوبی
سلام اے پیشوا وارث سلام اے رہنما وارث — امیر المومنین وارث امام الاولیا وارث
سلام اے مرتضیٰ صورت سلام اے مصطفیٰ سیرت — سلام اے ہادیِ دیں سلام اے مہدیِ ملت
سلام اے سروِ بستانی بہارِ ہر گلستانی — سلام اے نورِ یزدانی سلام اے پنجتن ثانی
جبینِ شوق ہو میری تمہارا آستانہ ہو — ادا شام و سحر یونہی صلوٰۃ پنجگانہ ہو

سلام اے چارۂ بیدم علاجِ سوزِ پنہانی
سلام اے مونسِ بیدم طبیبِ دردِ روحانی

سلامِ مجبور

سلام اے ساقیِ میخانۂ عشق — سلام اے صاحبِ پیمانۂ عشق
سلام اے نیّرِ برجِ ولایت — سلام اے گوہرِ تاجِ ہدایت
سلام اے خضرِ ہادیٔ طریقت — سلام اے رہبرِ راہِ حقیقت
سلام اے یوسفِ کنعانِ خوبی — سلام اے روحِ حسنؓ جانِ خوبی
سلام شمعِ بزمِ مصطفائی — سلام اے نورِ چشمِ مرتضائی
سلام اے روحِ زہرہ جانِ حسنینؓ — سلام اے زینتِ گلزارِ کونین
سلام اے کشتیٔ دل کے نگہباں — سلام اے بے سر و ساماں کے ساماں
سلام اے بلبلِ گلزارِ وحدت — سلام اے قمریٔ سروِ حقیقت
سلام اے ساقیٔ کوثر کے پیارے — سلام اے عرشِ اعظم کے ستارے
سلام اے فاطمہؓ کے باغ کے پھول — سلام اے یادگارِ شاہ مقبول

سلام اے گنجِ اسرارِ معانی
سلام اے شرحِ رمزِ من رآنی

سلام اے چارہ سازِ دردِ پنہاں
سلام اے عیسیٔ بیمارِ ہجراں

سلام اے جانِ ارمان روحِ حسرت
سلام اے جانِ جانانِ محبت

سلام اے گلبنِ باغِ تمنا
فروغِ مجلس و داغِ تمنا

سلام اے شیخِ عالم غوثِ دوراں
خطا پوش و خطا پوشِ مریداں

سلام اے خسروِ اقلیمِ عرفاں
شہِ وارث علی محبوبِ یزداں

سلام اے وارثِ دو عالی ہمارے
علیؑ کے لال زہراؑ کے دُلارے

شبیہِ مرتضیٰ شانِ پیمبر
امیرِ لشکرِ میدانِ محشر

بہارِ گلشنِ کونین تسلیم
چراغِ خانۂ سبطین تسلیم

دلِ مہجور کے ارمان تسلیم
حسینانِ جہاں کے جان تسلیم

تمہارے روضۂ انور کے مجرے
درِ اقدس پہ صبح و شام سجدے

مری آنکھیں تصدق جالیوں پر
نثارِ گنبدِ اطہر میرا سر

کلس پر روضہ کے قربان جاؤں
میں مہر و ماہ کو صدقے چڑھاؤں

میں اُس زمینِ مقدس پر ہوں قرباں
درِ اقدس پہ قرباں ہو مری جاں

دلِ مہجور لائے تاب کب تک
یہ آخر نیند کب تک خواب کب تک

میں صدقے میٹھی نیندیں سونے والے
خدا را خواب سے چادر ہٹا لے

اُٹھو اے جانِ جہاں سروِ خراماں
بہارِ خلد شمعِ بزمِ خوباں

دلِ عشاق کو پامال کر دے
جو پہلے تھا وہی پھر حال کر دے

وہی پہلی سی بزم آرائیاں ہوں
وہی اگلی سرور افزائیاں ہوں

مئے عرفاں کا پھر ہو دور ساقی
کہیں میخواریاں کچھ اور ساقی

بنے پھر ذرہ ذرہ مشعلِ نور
کہے دیوہ آنا طور سا آنا طور

دعائیں سب مری مقبول ہو جائیں — تمناؤں کی کلیاں پھول ہو جائیں
یہی حسرت ہے یہی ارمان بیدمؔ — انہی قدموں پہ نکلے جان بیدمؔ

رباعی

ناکام کو کامیاب کرنے والے
قطرے کو دُرِ خوشاب کرنے والے
بیدمؔ کی بھی قسمت کا ستارہ چمکا
اے ذرّے کو آفتاب کرنے والے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم — کھینچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کعبہ ہمارا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم — مصحف ایماں روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
لیکر مرا دل آئیں گے مر جائینگے مٹ جائینگے — پہنچیں تو ہم تا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
طوبےٰ کی جانب تکنے والو آنکھیں کھولو ہوش سنبھالو — دیکھو قد دلجوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نام ہی کا باب حرم ہے دیکھ ہی محراب حرم ہے — دیکھ خم ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہم سب کا رخ سوئے کعبہ سوئے محمد روئے محمد — کعبے کا کعبہ روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بھینی بھینی خوشبو ہے بیدمؔ دل کی دنیا مہکی — کھل گئے جب گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ادنیٰ ہے وصفِ کمالِ محمد — کہ عرشِ زبر ہے نعالِ محمد
جدا ہو نہ دل سے خیالِ محمد — زباں پر رہے قیل و قالِ محمد

ہیں حسنینؓ حسن و جمالِ محمدؐ — علیؓ زور و دستِ کمالِ محمدؐ
گلستانِ زہرا کا ہر بیتہ بیتہ — ہے آئینہ دارِ خصالِ محمدؐ
سلام اور تری رحمتیں روز افزوں — الٰہی بر اصحاب و آلِ محمدؐ
حسین و جمیل و ملیحانِ عالم — نمک خوار خوانِ جمالِ محمدؐ
یہ ہے مختصر شرح شرع و طریقت — کہ اک قال ہے ایک حالِ محمدؐ
مری جان پُرغم، مرا قلب محزوں — اویسؓ ایک ہے اک بلالِ محمدؐ
مرے دل کا دل جان کی جان بیدمؔ — ملالِ محمدؐ خیالِ محمدؐ

عدم سے لائی ہے ہستی کو آرزوئے رسولؐ — کہاں کہاں لئے پھرتی ہے جستجوئے رسولؐ
خوشا وہ دل کہ ہو جس دل میں آرزوئے رسولؐ — خوشا وہ آنکھ ہو جو محوِ حسنِ روئے رسولؐ
تلاشِ نقشِ کفِ پائے مصطفےٰ کی قسم — چُنے ہیں آنکھوں سے ذرات خاکِ کوئے رسولؐ
پھر ان کا نشۂ عرفاں کا پوچھنا کیا ہے — جو پی چکے ہیں ازل میں مئے سبوئے رسولؐ
بلائیں لوں تری اے جذبِ شوقِ صلِّ علیٰ — کہ آج دامن کھنچ رہا ہے سوئے رسولؐ
شگفتہ گلشنِ زہرا کا ہر گلِ تر ہے — کسی میں رنگِ علیؓ اور کسی میں بوئے رسولؐ
عجب تماشا ہو میدانِ حشر میں بیدمؔ — کہ سب ہوں پیشِ خدا اور میں روبروئے رسولؐ

محشر میں محمدؐ کا عنوان نرالا ہے — امت کی شفاعت کا سامان نرالا ہے
خوبی و شمائل میں ہر آن نرالا ہے — انسان ہے وہ لیکن انسان نرالا ہے
تو نے شبِ اسریٰ دیکھی تو ملک بولے — کیا آج خدا کے گھر مہمان نرالا ہے
اقلیمِ محبت کی دنیا ہی نرالی ہے — دربار انوکھا ہے سلطان نرالا ہے
مستوں کے سوا تجھ کو سمجھا نہ کوئی سمجھے — اے پیرِ مغاں تیرا عرفان نرالا ہے

وہ مصحفِ رخ دل میں آنکھوں میں تصور ہے
البیلی تلاوت ہے قرآن نرالا ہے

پھولوں میں مہکتا ہے بلبل میں چہکتا ہے
جلوہ تیری صورت کا ہر آن نرالا ہے

اس مصحفِ عارض کو قرآن سمجھتے ہیں
ان اہلِ محبت کا ایمان نرالا ہے

کعبہ ہو کہ بت خانہ مکتب ہو کہ میخانہ
ہر جا پہ تیرا جلوہ اے جان نرالا ہے

مضمون اچھوتے ہیں مفہوم انوکھے ہیں
دیوانوں میں بیدمؔ کا دیوان نرالا ہے

قبلۂ دیں کعبۂ ایمان رسولِ عربی
دو جہاں آپ پہ قربان رسولِ عربی

چاند ہو تم جو رسولانِ سلف تارے ہیں
سب نبی دل ہیں تو تم جان رسولِ عربی

صدقہ حسنینؓ کا روضہ پہ بلا لو مجھ کو
ہند میں ہوں میں پریشان رسولِ عربی

کس کی مشکل میں تری ذات نہ آڑے آئی
تیرا کس پر نہیں احسان رسولِ عربی

کوئی بہتر ہے تو بہتر سے بھی بہتر ہے تو
سب سے اعلیٰ ہے تری شان رسولِ عربی

تیرا دیدار ہے دیدارِ الٰہی مجھ کو
تیری الفت میرا ایمان رسولِ عربی

مجمعِ محشر میں اس شان سے آئے بیدمؔ
ہاتھ میں ہو ترا دامان رسولِ عربی

میرا دل اور میری جان مدینے والے
تجھ پہ سو جان سے قربان مدینے والے

باعثِ ارض و سما صاحبِ لولاک لما
عینِ حق صورتِ انسان مدینے والے

بھر دے بھر دے میرے داتا مری جھولی بھر دے
اب نہ رکھ بے سروسامان مدینے والے

کس کے مطلوب کا محبوب ہے معشوق ہے تو
اللہ اللہ رے تری شان مدینے والے

آڑے آتی ہے تری ذات ہر اک دکھیا کے
میری مشکل بھی ہو آسان مدینے والے

پھر تمنائے زیارت نے کیا دل بے چین
پھر مدینے کا ہے ارمان مدینے والے

دل بھی مشتاقِ شہادت ہے کماندارِ عرب
اس طرف بھی کوئی پیکان مدینے والے

تیرا در چھوڑ کے جاؤں تو کہاں جاؤں میں
میرے آقا میرے سلطان مدینے والے
سگِ طیبہ مجھے سب کہہ کے پکاریں بیدم
یہی رکھیں مری پہچان مدینے والے

ادا کی لے رہی ہے عرش کی ہیلو نشیں ہو کر
زمیں روضہ کی تیرے تیرے روضہ کی زمیں ہو کر
رہا جو نور تاجِ سرِ عرشِ بریں ہو کر
وہی چمکا عرب میں نورِ رب العالمیں ہو کر
محمدؐ سر سے پا تک مظہرِ حسنِ الٰہی ہیں
کہ آئے دہر میں تصویرِ صورت آفریں ہو کر
کریں تزئین پھر دنیاں عالم کی ضرورت ہے
تمہیں کیا چاہیئے محبوبِ رب العالمیں ہو کر
محمدؐ سب سے پہلے ہم گنہگاروں کو پوچھیں گے
ہمیں وہ بھول سکتے ہیں شفیع المذنبیں ہو کر
ہمارا کچھ نہ ہونا لاکھ ہونے کے برابر ہے
چلے دنیا سے ہم شیدائے ختم المرسلیں ہو کر
ہمارے سر پہ بیدم ظلِّ دامانِ محمدؐ ہے
تو کیا کر لے گا پھر خورشیدِ محشر خشمگیں ہو کر

ماہِ درخشاں نیرِ اعظم صلی اللہ علیک وسلم
از سر تا پا نورِ مجسم صلی اللہ علیک وسلم
میرے ہی کیا کل کے سرور رہبر تر سے بھی تم برتر
رحمتِ عالم خیرِ مجسم صلی اللہ علیک وسلم
ڈوبے ہوؤں کو تم نے ابھارا بگڑے ہوؤں کو تم نے سنوارا
حامی و محسن نوح و آدم صلی اللہ علیک وسلم
سب سے بڑھ کر سب سے اعلیٰ سب سے افضل سب سے بالا
سرورِ دیں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیک وسلم
حرزِ بیانی اسمِ اعظم دافعِ رنج و مصیبت بیدم
نامِ مبارک قلعۂ محکم صلی اللہ علیک وسلم

مرا جاگا منیرا نگارِ مدینہ
تجلّے، کمّہ، بہارِ مدینہ
گھرا ہوں اکیلا میں انبوہِ غم میں
دہائی ہے اے تاجدارِ مدینہ
مبارک تجھے بخدا روحِ مجنوں!
میں سو جان سے ہوں نثارِ مدینہ
الٰہی دمِ واپسیں سامنے ہو
وہ محبوبِ عالم نگارِ مدینہ

مجھے گردشِ چرخ گو پیس ڈالے | بنونگی میں یارب غبارِ مدینہ
دلِ مبتلا کے ٹھکانے نہ پوچھو | جوارِ محمدؐ دیارِ مدینہ
کہاں باغِ عالم کی بیدمؔ ہوائیں | کہاں وہ نسیمِ بہارِ مدینہ

شوقِ دیدار میں اب جی پہ مرے آن بنی | اَرِنی انت حبیبی شہِ مکی، مدنی
خاتمِ جملہ رسل شمعِ سبل مصدرِ کل | نخلِ بستانِ عرب سروِ ریاضِ مدنی
عشق اپنی صلِّ علیٰ صلِّ علےٰ | مرحبا جذبۂ بیتابِ غریب الوطنی
کیوں نہ روضے کو ترے نور علیٰ نور کہوں | قبۂ نور پہ ہے چادرِ مہتاب تنی
موتی دندانِ مبارک کی چمک پر صدقے | لبِ رنگیں پہ ہے قربان عقیقِ یمنی
ہندی محتاج کو محروم نہ رکھئے سرکار | اے شہنشاہِ عرب یثرب و بطحا کے دھنی
سب کی سنتے ہیں تو تیری بھی سنیں گے بیدمؔ | رائیگاں جا نہیں سکتی یہ کبھی نعرہ زنی

کیا پوچھتے ہو گرمئ بازارِ مصطفےٰ | خود بک رہے ہیں آکے خریدارِ مصطفےٰ
دل ہے مرا خزینۂ اسرارِ مصطفےٰ | آنکھیں ہیں دونوں روزنِ دیوارِ مصطفےٰ
پھیلا ہوا ہے چاروں طرف دامنِ نگاہ | اور لٹ رہی ہے دولتِ دیدارِ مصطفےٰ
تفسیرِ مصحفِ رخِ پرنور والضحیٰ | واللیل شرحِ گیسوئے خمدارِ مصطفےٰ
نعلین پاسے عرشِ معلیٰ کو ہے شرف | روح الامیں ہیں غاشیہ بردارِ مصطفےٰ
بیدمؔ نہ آؤں جا کے دیارِ رسول میں | تربت ہو زیرِ سایۂ دیوارِ مصطفےٰ

مناقب امام الطائفہ حضرت حضرت سیدنا اسد الغالب مولا علی کرم اللہ وجہہ

روحِ روانِ مصطفوی جانِ اولیاء | مولا علیؓ بہارِ گلستانِ اولیاء
مشکل کشائے قوتِ بازوئے مصطفےٰ | خیبر کشا و شیرِ نیستانِ اولیاء
بابِ علوم حیدرِ صفدر امامِ دیں | شاہ و امیر و قیصر و خاقانِ اولیاء

داتا سخی کریم ید اللہ بو الحسن | پُر ہے کرم سے آپ کے دامانِ اولیاء
کحل البصر ہے خاک قدم بوترابؓ کی | نقشِ قدم ہے قبلۂ ایمانِ اولیاء
دیباچۂ کتابِ ولایت ہیں مرتضےٰ | اور غوث پاک مطلع دیوانِ اولیاء
بیدم سنائے جا یونہی نغمے بہار کے | خاموش ہو نہ بلبلِ بستانِ اولیاء

کعبۂ دل قبلۂ جاں طاق ابروئے علیؓ | ہو بہو قرآن ناطق مصحف روئے علیؓ
خاک کے ذرّوں میں عطر بوترابی کی مہک | باغ کے پھولوں سے آتی ہے خوشبوئے علیؓ
اے صبا کیا یاد فرمایا ہے مولا نے مجھے | آج میرا دل کھنچا جاتا ہے کیوں سوئے علیؓ
دامنِ فردوس ہے ہر گوشۂ شہر نجف | ہے مقیم خلد گویا ساکن کوئے علیؓ
کیوں نہ ہوں کونین کی آزادیاں اس پر نثار | ہے دل بیدم اسیرِ دام گیسوئے علیؓ

مدح حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبد القادر جیلانیؒ

سرتاجِ پیراں قطب جہانی | میراں محی الدین شیخ زمانی
خضرِ طریقت، شمع ہدایت | بحرِ حقیقت گنجِ معانی
جانِ پیمبر جانانِ شبّر | حیدرؓ کے دلبر زہراؓ کے جانی
ہاتھوں کے قربان عقدہ کشائی | صدقہ لبوں پر معجز بیانی
جود و سخا میں لطف و عطا میں | ہمسر تمہارا کوئی نہ ثانی
اے کاش! سنتے سرکار جیلاں | میری کہانی میری زبانی
اے رشکِ عیسیٰ بیدم ہے بیدم | کیجئے علاجِ دردِ نہانی
پھر دل میں مرے آئی یادِ شہِ جیلانی | پھرنے لگی آنکھوں میں وہ صورت نورانی
مقصودِ مریداں ہو اے مرشدِ لاثانی | تم قبلۂ دینی ہو تم کعبۂ ایمانی

حسنینؓ کے صدقے میں اب میری خبر لیجئے — ذلّت سے ہوں اے مولا میں وقفِ پریشانی
اب دست کرم ہی کچھ کھولے تو گرہ کھولے — آسانی میں مشکل ہے مشکل میں ہے آسانی
شاہوں سے بھی اچھا ہوں کیا جانئے کیا کیا ہوں — ہاتھ آئی ہے قسمت سے در کی تیرے دربانی
سوتے ہیں پڑے سکھ سے آزاد ہیں ہر دکھ سے — بندوں کو ترے مولا غم ہے نہ پریشانی
بیدمؔ ہی نہیں اے جان تنہا ترا سودائی — عالم ہے ترا شیدا دنیا تری دیوانی

جان پر بن گئی اب آیئے شیئاً للہ — مشکل آساں مری فرمایئے شیئاً للہ
کشتیاں ڈوبی ہوئی آپ نے تیرائی ہیں — میری امداد بھی فرمایئے شیئاً للہ
آپ کا طالبِ دیدار ہوں غوث الثقلینؓ — روئے زیبا مجھے دکھلایئے شیئاً للہ
اپنے دادا اسد اللہ کے قدموں کا طفیل — دستگیری مری فرمایئے شیئاً للہ
ہند میں بے سر و سامان ہے کبتک بیدمؔ — اس کو بغداد میں بلوایئے شیئاً للہ

مدح حضرت خواجۂ خواجگان ولی الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ

خواجہ تری خاکِ آستانہ — ہے طرۂ تاجِ خسروانہ
ان کی ہی نظر کا ہوں نشانہ — دل لے کے جو ہو گئے روانہ
اے خواجہ معین الدین چشتی — اے ہادی و مرشدِ یگانہ
سن لو مری دکھ بھری کہانی — سن لو غمِ ہجر کا فسانہ
مجھ پر بھی کرم کہ آپ کا ہوں — مجھ پر بھی نگاہِ خسروانہ
جن پر ہوئے مہربان خواجہ — بخشا انہیں چشت کا خزانہ
سرکار کے ناوکِ ادا کا — ہے طائرِ سدرہ بھی نشانہ
پروانہ عندلیب سے سن — اے دل گل و شمع کا فسانہ

قائم رہے تا قیامِ عالم — یہ قصر یہ بزم ہو فسانہ
ہنگامِ سجود پائے خواجہ — بیدم ہو نشانۂ پنجگانہ

پیمانہ پہ دے بھر کر پیمانہ معین الدینؒ — آباد رہے تیرا میخانہ معین الدینؒ
تو گل ہے تو میں بلبل تو سرو تو میں قمری — تو شمع ہے میں تیرا پروانہ معین الدینؒ
تم ہی نہیں سنتے تو پھر کون سنے میری — کس سے میں کہوں اپنا افسانہ معین الدینؒ
جو آتا ہے جانے کا پھر نام نہیں لیتا — ہے خلد بریں تیرا کاشانہ معین الدینؒ
پھر ہوش میں آنے کا میں نام نہ لوں بیدم — کہہ دیں جو مجھے اپنا دیوانہ معین الدینؒ

مدح حضرت شیخ المشائخ سلطان الدارین خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ

میں آپ کا دیوانہ ہوں محبوب الٰہی — اپنے سے بھی بیگانہ ہوں محبوب الٰہی
میخانے سے تیرے کہیں جا ہی نہیں سکتا — وہ دردی کشِ میخانہ ہوں محبوب الٰہی
قربان مرا دل ہے، مری جان تصدق — تو شمع میں پروانہ ہوں محبوب الٰہی
مخمور نگاہوں کا تری روزِ ازل سے — مستانہ ہوں مستانہ ہوں محبوب الٰہی
مجھ بیدمِ دل خستہ کے ارمان نہ پوچھو — ارمانوں کا کاشانہ ہوں محبوب الٰہی

وہی دیتے ہیں مجھکو اور انہی سے مانگتا ہوں میں — نظام الدین سلطان المشائخ کا گدا ہوں میں
مرے خواجہ جہاں میں آپ ہی کو لاج ہے میری — برا ہوں یا بھلا جیسا ہوں لیکن آپکا ہوں میں
مجھے بھی اپنی محبوبی کا صدقہ کچھ عنایت ہو — کہ محبوب الٰہی تیرے در پر آ کھڑا ہوں میں
مری فریاد ہے گنج شکر کا واسطہ سیدیؒ — کہ شاہا تلخیٔ ایام سے گھبرا گیا ہوں میں
ہزاروں حسرتیں لیکر تمہارے در پہ آیا ہوں — زباں خاموش ہے لیکن سراپا مدعا ہوں میں
مری عرضِ تمنا بھی عجب عرضِ تمنا ہے — کہ تم کو مانگتا ہوں اور تمہیں سے مانگتا ہوں میں
مرے وارث مرے والی نظام الدینؒ ہیں بیدم — انہیں کا بندہ ہوں میں انہی پر مر مٹا ہوں میں

مدح حضرت مخدوم عالم و عالمیان خواجہ علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحؒ

بہارِ باغِ جنت ہے بہارِ روضۂ صابرؒ — جوابِ عرشِ اعلیٰ ہے جوابِ روضۂ صابرؒ
یہاں کیسے پردہ میں اللہ نبی کی دید ہوتی ہے — یہیں مکہ مدینہ ہے دربارِ روضۂ صابرؒ
زمیں کلیر کی روضہ کی فضا پر ناز کرتی ہے — فلک ہوتا ہے پھر پھر کر نثارِ روضۂ صابرؒ
یہاں ہر مردہ دل آکر حیاتِ تازہ پاتا ہے — بہارِ جاوداں ہے ہمکنارِ روضۂ صابرؒ
یہاں رنگیں چمن خونِ شہیدانِ محبت ہے — سدا پھولے پھلے یہ لالہ زارِ روضۂ صابرؒ
بناؤں غازۂ رخسارِ ایماں خاکِ کلیر کی — مری آنکھوں کا سرمہ ہو غبارِ روضۂ صابرؒ
تصور سے نظر میں کوندتی ہیں بجلیاں بیدمؔ — عجب پُرنور ہیں نقش و نگارِ روضۂ صابرؒ

دلبرِ خواجہ فریدالدین گنج شکری — یا علی احمد علاء الدین صابر کلیریؒ
شمعِ بزمِ فاطمی گلدستۂ باغِ رسولؐ — گوہرِ درجِ حسن مہرِ سپہرِ حیدریؓ
شہریارِ کلیری شاہنشاہِ اقلیمِ فقر — صاحبِ صبر و رضا مسند نشین برتری
پیرِ خواجہ قطب الدینؒ حضرت بابا فریدؒ — اذ ہے خواجۂ معین الدین چشتی سنجری

حقیقت میں ہو سجدہ جبہ سائی کا بہانہ ہو — الٰہی میرا سر ہو اور ان کا آستانہ ہو
تمنا ہے کہ میری روح جب تن سے روانہ ہو — دم آنکھوں میں ہو اور پیشِ نظر وہ آستانہ ہو
زباں جبتک ہے اور جبتک نہ اس میں تابِ گویائی — تری باتیں ہوں تیرا ذکر ہو تیرا فسانہ ہو
مری آنکھیں بنیں آئینہ حسنِ روئے صابرؒ کا — دلِ صد چاک ان کی عنبریں زلفوں کا شانہ ہو
بلا اس کی ڈرے پھر گرمئ خورشیدِ محشر سے — ترے لطف و کرم کا جس کے سر پہ شامیانہ ہو
انہیں تو مشقِ تیرِ ناز کی دھن ہے وہ کیا جانیں — کسی کی جان جائے یا کسی دل کا نشانہ ہو
نہ پوچھ اس عندلیبِ سوختہ ساماں کی حالت کو — قفس کے سامنے برباد جس کا آشیانہ ہو
سرِ بیدمؔ ازل کے دن سے ہے وقفِ جبیں سائی — کسی کا نقشِ پا ہو اور کوئی آستانہ ہو

چادر شریف

غریب پرور بندہ نواز کی چادر — امیر شہر بہ شاہِ حجاز کی چادر
سروں پہ رکھے ہوئے آرہے ہیں قدسی — حضور صابرؒ بندہ نواز کی چادر
بہار آتے ہی ساغر بکف ہیں میخانے — ہے سر پہ ساقیٔ میکش نواز کی چادر

دوائے دردِ دلِ ناصبور ہے بیدمؔ
مرے مسیح مرے چارہ ساز کی چادر

مدح حضرت شیخ الشیوخ مخدوم شیخ احمد عبدالحق صاحب ردولوی توشہ قدس سرہٗ

اے میرے دریا دلِ ساقی میرِ میخانہ عبدالحق — اپنے میخواروں کا صدقہ بھر دے پیمانہ عبدالحق
ہر ذرہ پرور تم ہو ہر دل میں ضیا گستر تم ہو — تم شمعِ بزمِ پیمبر ہو عالم پروانہ عبدالحق
اے مرشدِ کاملِ دیں اے محی الدین و معین الدین — اے قطبِ جہاں شیخِ عالم مخدومِ زمانہ عبدالحق
پھرتا ہوں مصیبت کا مارا امید ہوس سے ہے دل پارہ پارہ — تم ہی نہ سنو تو کون سنے میرا افسانہ عبدالحق
جو در پہ تمہارے آتا ہے منہ مانگی مرادیں پاتا ہے — بیدمؔ کے بھی حالِ زار پہ ہو لطفِ شاہانہ عبدالحق

مدح محبوب حق علی حضرت سیدنا امیر ابو العلا احراری اکبرآبادی قدس سرہٗ

خدیوِ کشورِ دیں خسروِ ملکِ خدادانی — امیر ابو العلا شاہنشاہ تعلیم عرفانی
علیؑ کے لال ہو خاتونِ جنت کی نشانی ہو — معین الدین کے پیارے خواجہ احرارؒ کے جانی
مجھے آسان سے آسان بھی ہر کام مشکل ہے — تمہیں مشکل نہیں سرکار میری مشکل آسانی
کرم کیجے کہ محتاجِ کرم سرکار آیا ہوں — رہا کیجے کہ آیا ہوں گرفتارِ پریشانی
ادھر بھی اک نظر بیدمؔ درِ دولت پہ حاضر ہے — معین الدین کا بردہ سگِ درگاہِ جیلانی

مدح حضرت شاہ عبد المنعم کنز المعرفت قادری شاہ ولایت دیوہ شریف

ہو مبارک تمہیں اے بادہ کشاں منعمؒ
مے بو کھل گئی لو آج دکانِ منعمؒ

تو بھی کھو جائے تو پا جائے نشانِ منعمؒ
لامکاں سے بھی کچھ آگے ہے مکانِ منعمؒ

بے نشاں ہو تو ملے تجھ کو نشانِ منعمؒ
کہ جدا سارے جہاں سے ہے جہانِ منعمؒ

ہستی ہے نیستی اور نیستی ہستی ان کی
بے نشانی ہی تو ہے نام و نشانِ منعمؒ

حق سے جو چاہتے ہیں جس کو دلا دیتے ہیں
کبھی خالی نہیں جاتی ہے زبانِ منعمؒ

دولتِ قربِ الٰہی سے ہے سید و معمور
ہی سرمایہ ہی گنجِ نہانِ منعمؒ

الفت صاحبِ لولاک دلائے حسنینؓ
دلِ منعمؒ ہے اگر وہ تو یہ جانِ منعمؒ

یاں کا ہر ذرہ ہے گنجینۂ انوارِ خدا
بقعۂ نور ہے واللہ مکانِ منعمؒ

ساری دنیا سے نرالی ہیں ادائیں ان کی
سارے عالم سے جدا شوکت و شانِ منعمؒ

اے خوشا بخت ترے خاکِ دیارِ دیوہ
تیرے آغوش میں پاتا ہوں مکانِ منعمؒ

آپ کا ڈھونڈنا مشکل بھی آسان بھی ہے
آپ کھو جائے تو پا جائے نشانِ منعمؒ

باغِ منعمؒ کا ہر اک خار گلوں سے بہتر
رشک صد روضۂ رضواں ہے مکانِ منعمؒ

بیدم ان آنکھوں کے قربان جو دیکھیں ان کو
صدقے اس دل کے جو ہو مرتبہ دانِ منعمؒ

چادر شریف

قادریہ چادر منعم کی، جیلانی چادر منعمؒ کی
محبوبی چادر منعم کی سبحانی چادر منعمؒ کی

نور نظر وہاب ہے یہ جلوہ حسن محی الدین
ہر رنگ ردائے مرتضوی روحانی چادر منعمؒ کی

ہے تربت شاہ ولایت یہ یا بقعۂ نور الٰہی ہے
یا گوشۂ دامن رحمت یا نورانی چادر منعمؒ کی

عطر الفقر فخری میں ہے آئی مدینہ سے بس کر
شاہانی چادر منعمؒ کی سلطانی چادر منعمؒ کی

گر شوقِ زیارت ہے بیدم تو دیکھو دل کی آنکھوں سے   از فرشِ زمیں تا عرشِ بریں طولانی چادر خم کی

مدح حضرت امام اولیا سیدنا وارث پاک طاب اللہ ثراہ و نور اللہ ضریحہ

حضرت وارث چراغِ خاندانِ پنجتن   یادگارِ پنجتن، نام و نشانِ پنجتن
شاہِ تسلیم و رضا ابنِ شہید کربلا   خواجۂ گلگوں قبا روحِ روانِ پنجتن
سبز گنبد کے مکیں اے وارثِ دنیا و دیں   یا ست قلب حزیں اے جانِ جانِ پنجتن
نیّرِ برجِ سیادت گوہرِ تاجِ شرف   اے گلِ زہرا بہارِ بوستانِ پنجتن
قبلۂ ایمان و دیں نقشِ قدوم اہلبیت   کعبۂ مقصود بیدم آستانِ پنجتن

ہے روزِ الست سے اپنی صدا وارث مجھ میں میں وارث میں
وہ روزِ مرا بھید اس کا وارث مجھ میں میں وارث میں
دریائے وجودِ قطرہ ہے قطرے سے نمودِ دریا ہے
وہ نقطۂ خطِ تقدیر ہوں میں وہ خامہ ہے اور تحریر ہوں میں
میں صورت ہوں اور وہ معنیٰ وارث مجھ میں میں وارث میں
وہ راز ہے پردہ راز ہوں میں وہ زمزمہ ہے اور ساز ہوں میں
وہ راز ہے پردۂ راز ہیں وہ زمزمہ ہے اور ساز ہوں میں
ہے میری حقیقت آئینہ وارث مجھ میں میں وارث میں
وہ نیّرِ برجِ احدیت میں پرتوِ شانِ احدیت
مجھے کہتے ہیں وہ مہر نما وارث مجھ میں وارث میں وارث میں
وہ چمن ہے چمن کی بہار ہوں میں وہ بہار ہے رنگِ بہار ہوں میں
وہ شمع ہے اور میں اسکی ضیا وارث مجھ میں میں وارث میں
دیدار کی دھن میں صبح و مسا بیدم مجھے خوں روتے گذرا
حیرت چھائی جب یہ دیکھا وارث مجھ میں میں وارث میں

بلائے جاں ہے حُسنِ روئے وارث
قیامت قامت دلجوئے وارث

قیود کیش و ملّت سے ہیں آزاد
اسیر حلقۂ گیسوئے وارث

ہے روزِ دید وارث عید کا دن
ہلالِ عید ہے ابروئے وارث

انہی کو تک رہی ہیں سب کی آنکھیں
کھنچا جاتا ہے ہر دل سوئے وارث

مرا ایمان ہی جب وارثی ہے
مرا کعبہ ہے بیدم کوئے وارث

مرے دل کا دل جان کی جان وارث
مری زندگی کا ہے سامان وارث

بنائی ہے بگڑی ہوئی تم نے سب کی
مری مشکلیں بھی ہوں آسان وارث

انہیں روزِ محشر کا کھٹکا نہیں ہے
کہ جن کا بنا ہے نگہبان وارث

کوئی ایک دو ملک کا حکمراں ہے
تو دونوں جہاں کا سلطان وارث

دمِ نزع تو آکے صورت دکھا دے
کوئی دم کا بیدم ہے مہمان وارث

ہے آئینہ پنجتن شانِ وارث
میں قربان وارث میں قربان وارث

زمیں تابعِ حکمِ سرکار دیوہ
ہیں ساتوں فلک زیرِ فرمان وارث

مرا کیا بگاڑے گا خورشیدِ محشر
مرے سر پہ ہے ظلِ دامانِ وارث

کوئی میری آنکھوں سے دیکھے تو دیکھے
ہے ہر شکل میں جلوہ گر شانِ وارث

نہ شاہی نہ شاہنشاہی کی تمنا
ہے بیدم غلامِ غلامانِ وارث

ابنِ حسین و آلِ نبی وارثِ علی
چشم و چراغِ مرتضوی وارثِ علی

اے ہاشمی و مطلبی وارثِ علی
اے جانشینِ مصطفوی وارثِ علی

جانِ بتول و روحِ نبی دلبرِ حسین
سروِ ریاضِ پنجتنی وارثِ علی

حل کر دے مشکلیں مری حلّالِ مشکلات
ہم شکل ہم شبیہِ علی وارثِ علی

سو جان سے جانِ بیدم خستہ ترے نثار
اے روح و راحتِ قلبی وارثِ علی

مہمان ہے خدا کا ہر مہمان وارث — اک شانِ کبریا ہے واللہ شانِ وارث
عشاقِ وارثی کو دیر و حرم سے مطلب — کونین سے جدا ہے واعظ جہانِ وارث
ہر نام نام ان کا ہر جا مقام ان کا — کیا پوچھتے ہو ان سے نام و نشانِ وارث
بلبل تری صدا سے ہوتا ہے درد دل میں — تو نے اڑا دی کہاں سے طرزِ بیانِ وارث
خسرو کا تاج و تخت کسریٰ و گنجِ قارون — لانا نہیں نظر میں ہر پاسبانِ وارث
میدانِ حشر کی بھی رنگین بہار ہوگی — آئیگا پیش دو جب کاروانِ وارث

زاہد کو ہوں مبارک بیت الحرام کے سجدے
بیدمؔ ہمارا سر ہو اور آستانِ وارث

فدا ہے جان تو دل مبتلائے وارث ہے — غرض کہ مجھ میں جو کچھ ہے برائے وارث ہے
وہ دل ہے دل جو ہے آئینہ دارِ حسن و جمال — وہی ہے آنکھ جو محو لقائے وارث ہے
زمیں دیدہ کے آنکھوں سے ذرے چنتا ہوں — کہ دردِ دل کی دوا خاکپائے وارث ہے
اسی لئے ہے سرِ شوق اپنا وقفِ سجود — کہ ذرے ذرے دولتِ سرائے وارث ہے
نہ اتقا نہ ریاضت نہ زہد ہے نہ ورع — متاعِ بیدمؔ خستہ عطائے وارث ہے

تذکرہ نہیں ہے شمارِ خادمانِ وارثی — رشکِ فردوسِ بریں ہے آستانِ وارثی
دل کے ذروں کو وہیں لیچل اڑا کر اے صبا — جس جگہ ہو خاکپائے عاشقانِ وارثی
عالمِ میثاق میں پی تھی شرابِ معرفت — ہوش میں اب تک نہیں ہیں میکشانِ وارثی
عرصۂ محشر میں بھی ان پر نہیں خوف و ہراس — پھر رہے ہیں جھومتے دیوانگانِ وارثی
دین و ملت سے جدا ہیں یاں کے آئین و طریق — یعنی دنیائے محبت ہے جہانِ وارثی
پنجتن کے نام کا طغرا ہے خطِ نور میں — دور سے چمکیگا محشر میں نشانِ وارثی

پھر تو بیدمؔ منزلِ مقصود تک پہونچینگے ہم
بن گئے جب مٹ گئے گردِ کاروانِ وارثی

تری سرکار ہے عالی مرے وارث مرے والی
نہ رکھ دامن مرا خالی مرے وارث مرے والی

بلا سے مرنے والوں کے نشانِ قبر مٹ جائیں
کئے جا عشق پامالی مرے وارث مرے والی

مرے بس کیں خاطر کو تصور ہی میں آ جاؤ
میں تنہا رات ہے کالی مرے وارث مرے والی

بھی تک نشہ پاتا ہوں تمہیں آنکھوں نہیں کہ دیکھی ہے
تمہاری آنکھ متوالی مرے وارث مرے والی

تمنا ہے یہ بیدم کی مری آنکھوں کے حلقے ہوں
تمہارے روضہ کی جالی مرے وارث مرے والی

دل اڑائے لئے جاتی ہے ہوا دیوے کی
بستی جلتی ہے مدینہ سے فضا دیوے کی

برہمن کاشی پہ صدقے ہیں تو کعبہ پہ شیوخ
اور ہم خیر مناتے ہیں سدا دیوے کی

میرے ہر ذرہ کو پابوسی وارث ہو نصیب
خاک بھی مجھکو بنائے تو خدا دیوے کی

حشر تک ہوش میں آنا نہیں ممکن ان کا
پی چکے ہیں جو مئے ہوشربا دیوے کی

نکہتِ گیسوئے وارث میں بسی ہے بیدم
بوئے عرفاں سے معطر ہے صبا دیوے کی

فضل خدا کا نام ہے فیضانِ اولیاء
فرمانِ کردگار ہے فرمانِ اولیاء

وہ جانتے ہیں کیفیت بادۂ الست
جو پی چکے ہیں ساغرِ عرفانِ اولیاء

ہے بخشش خدا کرم اولیاء کا نام
ظلِ خدا ہے سایۂ دامانِ اولیاء

محبوب اور محب میں یہاں تفرقہ نہیں
واللہ اولیاء ہیں محبانِ اولیاء

اے زاہد فسردہ اگر شوقِ خلد ہے
آ دیکھ لے بہارِ گلستانِ اولیاء

ہر دل میں ان کے نور کی پھیلی ہے روشنی
وارث علی ہیں شمعِ شبستانِ اولیا

شاہی کی جستجو نہ تجمل کی آرزو
بیدم ہے اک غلام غلامانِ اولیاء

تمہید تمنا ہے نہ عنوانِ تمنا
ناکامی ہے اک مطلع دیوانِ تمنا

اک دل تھا سو ہم کر چکے قربانِ تمنا
اب بے سروسامانی ہے سامانِ تمنا

ہاں ہاں یہی دل تھا کبھی ایوانِ تمنا
اب دیکھ رہے ہو جسے زندانِ تمنا

کیا جانے کوئی وسعتِ میدانِ تمنا
عالم بھی ہے اک گوشۂ میدانِ تمنا

اللہ میرے شوق کو رکھے رہے دل میں
لے دیکھیے یہی اک تو ہے جانِ تمنا

پنہاں درِ یکتا کی طرح تھی یہ صدف میں
نکلی مرے دل سے تو بڑھی شانِ تمنا

یارب دلِ مشتاق کا ٹوٹے نہ سہارا
گل ہو نہ کبھی شمعِ شبستانِ تمنا

لینا خبر اے شوق کہ یہ وحشتِ دل ہے
چھٹتا ہے ہاتھوں سے دامانِ تمنا

کب سے درِ مقصود پہ دم توڑ رہی ہے
کیا ہے کہ نکلتی ہی نہیں جانِ تمنا

سینہ جو ہوا چاک تو ارمان نکل گئے
آزاد ہوئے سارے اسیرانِ تمنا

در دو دلِ بیتاب ذرا اور تھمتے
ہاں اللہ رے خاصۂ خاصانِ تمنا

مہندی نے چرایا کبھی پھولوں نے اڑایا
آخر نہ چھپا خونِ شہیدانِ تمنا

ہر ذرہ مری خاک کا ہے شوق کی دنیا
ہر قطرہ مرے اشک کا طوفانِ تمنا

یہ آخری ہچکی تھی مریضِ شبِ غم کی
یا ٹوٹا ہے قفلِ درِ زندانِ تمنا

داغِ دلِ بیدم کی چمک ہی نہیں جاتی
بجھتی ہی نہیں شمعِ شبستانِ تمنا

ترے جلووں کی نیرنگی سے دل ہے منتشر اپنا
ہوا جاتا ہے دھندلا مطلعِ ذوقِ نظر اپنا

تصور کی مدد سے بڑھ گیا ذوقِ نظر اپنا
کہ دھوکا ہو گیا اکثر تری تصویر پر اپنا

مقامِ عاشقی ہے بوالہوس سے دور تر اپنا
کہاں یہ منزلِ پستی کہاں اوجِ نظر اپنا

وہ زلفیں خواب میں ہم دیکھ کر جاگے تو یہ دیکھا
کہ اک تقدیر پر ہے ہاتھ اک زنجیر پر اپنا

بحمد اللہ کہ ان کے در پہ نکلی جانِ سجدہ کش
جو ڈوبا بھی تو بیڑا ساحلِ مقصود پر اپنا

جلا کر خرمنِ ہستی کو انکی دید کر اے دل
تماشا آج تو بھی دیکھ لے گھر پھونک کر اپنا

یہ جب آتے ہیں تو پھر نام جانے کا نہیں لیتے
سمجھ رکھا ہے میرے دل کو ارمانوں نے گھر اپنا

جگا دیگا یہی خواب لحد سے ہچکیاں لیکر
سلامت ہے اگر اے ہمنشیں دردِ جگر اپنا

فرازِ عرش سے کچھ دور پہنچیں سسکیں دل کی
بھلا اس تنگنائے دہر میں کیا ہو گذر اپنا

فلک پر ڈھونڈھتے ہیں ہم وہ امیں پر کھٹکتی ہے
یہ معیارِ تجلی ہے، وہ معیار نظر اپنا

نظر تک انکی پہونچے کسطرح مکتوبِ ناکامی
ٹھہر جاتا ہے طوبیٰ تک پہنچکر نامہ بر اپنا

لبوں پر آخری اک سانس ہے اور شمع بجھتی ہے
نوائے صبح ناکامی ہے قصہ مختصر اپنا

ضرور اک دن وہ بیدم ہمکنارِ آرزو ہونگے
ہمیں کیا لینے جانا ہے دعا اپنی اثر اپنا

نہ محرابِ حرم سمجھے نہ جانے طاقِ بتخانہ
جہاں دیکھی تجلی ہو گیا قربان پروانہ

دلِ آزاد کو وحشت نے بخشا ہے وہ کاشانہ
کہ اک در جانبِ کعبہ ہے اور اک در سوئے بتخانہ

بنائے میکدہ ڈالی جو تونے پیرِ میخانہ
تو کعبہ ہی رہا کعبہ نہ پھر بتخانہ بتخانہ

کہاں کا طور مشتاق تھا وہ آنکھ پیدا کر
نظر میں ذرہ ذرہ ہو نگاہِ حسنِ جانانہ

خدا پوری کرے یہ حسرتِ دیدار کی حسرت
کہ دیکھوں اور ترے جلووں کو دیکھوں بے حجابانہ

شکستِ توبہ کی تقریب میں جھک جھک کے ملتے ہیں
کبھی پیمانہ شیشہ سے کبھی شیشہ سے پیمانہ

سجا کر لختِ دل سے کشتیٔ چشمِ تمنا کو
چلا ہوں بارگاہِ عشق میں لیکر یہ نذرانہ

کبھی جو پردۂ بے صورتی میں جلوہ فرما تھے
انہیں کو عالمِ صورت میں دیکھا بے حجابانہ

مری دنیا بدل دی جنبشِ ابروئے جاناں نے
کہ اپنا ہی رہا اپنا نہ اب بیگانہ بیگانہ

جلا کر شمع پروانے کو ساری عمر روتی ہے
اور اپنی جان دے کر چین سے سوتا ہے پروانہ

کسی کی محفلِ عشرت میں پیہم دور چلتے ہیں
کسی کی عمر کا لبریز ہونے کو ہے پیمانہ

ہماری زندگی تو مختصر سی اک کہانی تھی
بھلا ہو موت کا جس نے بنا رکھا ہے افسانہ

یہ لفظ سالک و مجذوب کی ہے شرح اے بیدم
کہ اک ہشیارِ ختم المرسلیں اور ایک دیوانہ

مرے دردِ نہاں کا حال محتاجِ بیاں کیوں ہو
جو لفظوں کا ہو مجموعہ وہ میری داستاں کیوں ہو

پہنچ کر خونِ دل آنکھوں تک اشکوں میں نہاں کیوں ہو
الٰہی حاصلِ دردِ محبت رائیگاں کیوں ہو

لحد پر آکے میری خاک سے دامن کشاں کیوں ہو
نہیں معلوم تم اس درجہ مجھ سے بدگماں کیوں ہو

ترا جلوہ جو ہستی ہے تو پھر قیدِ نظر کیسی
مری ہستی جو پردہ ہے تو یہ بھی درمیاں کیوں ہو

مٹا دو شوق سے آکر مٹا دو میری تربت کو
جو تم پر مر مٹا ہو اس کا اتنا بھی نشاں کیوں ہو

ترے قدموں پہ سر ہے تو ہے تصوّر میں
مرا نقشِ جبیں پھر بارِ سنگِ آستاں کیوں ہو

مجھے پامال بھی کرتے ہیں اندازِ تغافل سے
مجھی سے پوچھتے بھی ہیں کہ سرگرمِ فغاں کیوں ہو

بہارِ عارضِ گلگوں کا جلوہ ہے نگاہوں میں
خزاں نا آشنا ہوں میں مجھے خوفِ خزاں کیوں ہو

کہاں ایمان کس کا کفر اور دیر و حرم کیسے؟
ترے ہوتے ہوئے اے جاں خیالِ دو جہاں کیوں ہو

نئی دنیا بسا دی لذتِ ذوقِ اسیری نے
قفس کے رہنے والوں کو خیالِ آشیاں کیوں ہو

ترے تیروں نے بیدمؔ کو حیاتِ جاوداں بخشی
حیاتِ جاوداں کا نام مرگِ جاوداں کیوں ہو

مرے ہوتے ہوئے کوئی شریکِ امتحاں کیوں ہو
ترا دردِ محبت بھی نصیبِ دشمناں کیوں ہو

جو منزل تک پہنچتا ہے تو گردِ کارواں کیوں ہو
و گردِ کارواں بھی ہو تو گردِ رائیگاں کیوں ہو

وہی بزمِ تجلی ہے وہی تنوں کی بے تابی
ابھی بنتے ہیں ہم خاموش سازِ کن فکاں کیوں ہو

مرا ہستِ عدم جب پاک ہے حدِ تعیّن سے
تو پھر ترے لئے قیدِ مکان و لامکاں کیوں

خیالِ و عملِ جاناں طالعِ بیدادِ دشمن ہے
مری آنکھوں تک آتے آتے وہ خوابِ گراں کیوں ہو

مری آنکھوں سے پردہ ہے جو دل میں رہنے والے کو
تجلی موجزن کیوں ہو تصوّر زر فشاں کیوں ہو

اگر میں ہوں تو پھر تم کیا تمہاری جستجو کیسی
نہیں ہوں میں تو مجھ پر میرے ہونے کا گماں کیوں ہو

وہ شیدا حسنِ صورت پر فدا حسنِ معنے ہم
فسانہ قیس کا بیدمؔ ہماری داستاں کیوں ہو

یہ نہیں معلوم کوئی زینتِ آغوش ہے
بے نیازِ ہوش کتنا بے نیازِ ہوش ہے

عرضِ حالِ دل کا اسکی بزم میں اک جوش ہے
دفترِ صد آرزو گویا لبِ خاموش ہے

ساقی آنکھوں میں تیری وہ بادہ پرجوش ہے
اک نظر میں میکدہ کا میکدہ بیہوش ہے

روزِ وصلِ یار ہے کیسی قیامت حشر کیا
ذرہ ذرہ آج پھیلائے ہوئے آغوش ہے

ایسے کھوئے ہیں کہ اپنا ہے نہ بیگانہ کا ہوش
فکرِ فردا ہے نہ مستوں کا خیالِ دوش ہے

جلوہ گاہِ ناز سے پردوں کا اٹھنا یاد ہے
پھر ہوا کیا اور کیا دیکھا یہ کس کو ہوش ہے

عرصۂ حشر میں اک طوفان برپا کر دیا
قطرۂ خونِ دلِ عاشق میں کتنا جوش ہے

وہ کہیں بھولے سے پھر آئیں گے بہرِ فاتحہ
شام ہی سے آج تو شمعِ لحد خاموش ہے

انکے رخ سے پردہ اٹھ جائے تو پھر معلوم ہو
کس کو کتنی بیخودی ہے کسکو کتنا ہوش ہے

ایک بیدم ہی نہیں تیار مرنے کیلئے
جو ترے کوچہ میں ہے آئے جان کفن بردوش ہے

کاش مری جبینِ شوق سجدوں سے سرفراز ہو
یار کی اک آستاں تاجِ سرِ نیاز ہو

ہم کو بھی پائمال کر عمر تری دراز ہو
مستِ خرامِ ناز ادھر عشقِ خرامِ ناز ہو

چشمِ حقیقت آشنا دیکھے جو حسن کی کتاب
دفترِ صد حدیثِ راز ہر ورقِ مجاز ہو

سامنے روئے یار ہو سجدہ میں سر نیاز ہو
یونہی حریمِ ناز میں آٹھوں پہر نماز ہو

اسکی حریمِ ناز میں عقل و خرد کو دخل کیا
جسکی گلی کی خاک کا ذرہ جہانِ راز ہو

تیری گلی [illegible] جا جائے کہاں ترا گدا
کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو

بیدمِ خستہ ہجر میں بن گئی جانِ زار پر
جس نے دیا ہے دردِ دل کاش وہ چارہ ساز ہو

میں اور حسنِ یار کا جلوہ لئے ہوئے
ذرہ ہے دلفریبیٔ دنیا لئے ہوئے

دل اسکا آنکھوں میں نقشہ لئے ہوئے
صحرا میں پھر رہا ہوں میں صحرا لئے ہوئے

دردِ فراق، زخمِ جگر، داغہائے دل
آیا ہوں اُنکی بزم میں کیا کیا لئے ہوئے

کیونکر کروں نہ سجدہ رہِ کوئے یار میں
ہر ذرّہ ہے تجلّیٔ کعبہ لئے ہوئے

بتخانے سے غرض ہے نہ مسجد سے واسطہ
پھرتی ہے مجھکو تیری تمنا لئے ہوئے

جس شاخ پر چمن میں بنایا تھا آشیاں
بجلی گری اسی کا سہارا لئے ہوئے

آنکھوں میں پھر رہا ہے جمالِ دوست
غش ہیں کلیم برقِ تجلی لئے ہوئے

دنیا سے بے نیاز زمانہ سے بے خبر
بیدم ہے تیرا تیری تمنا لئے ہوئے

ہوش سمجھے میرا سوزِ غمِ پنہاں کوئی
گُل کرے چراغ نہ داماں کوئی

زلفوں سے نہ مجھ کے ہو پریشاں کوئی
ڈالدے قبر پہ خاک درِ جاناں کوئی

اس سے ہم کہتے ہیں ملتا ہے جو انساں کوئی
کیسی شکل میں پنہاں ہے مری جاں کوئی

اللہ اللہ مرے غمکدے دلکی بہار
آج اسی اُجڑے ہوئے گھر میں ہے مہماں کوئی

حشر کے دن کی درازی کا بھرم کھل جائے
دیکھ لے آکے جو طولِ شبِ ہجراں کوئی

داغہائے غمِ جاناں سے ہے سینہ گلنار
باغِ عالم میں ہے فردوس بداماں کوئی

نازک انداز تجھے اپنی اداؤں کی قسم
ترکشِ ناز میں رہ جائے نہ پیکاں کوئی

ذرہ ذرہ ہے رہِ عشق کا صحرائے جنوں
دشتِ مجنوں ہے بیاباں میں بیاباں کوئی

لاکھوں آزادیاں اس ایک اسیری پر نثار
آئے پہنچانے کو جب تا درِ زنداں کوئی

شانِ رحمت کیلئے حیلۂ بخشش بنجائے
بات اتنی ہے کہ ہو جائے پشیماں کوئی

پردۂ ہستیٔ موہوم اُٹھا دے بیدم
دیکھے پھر تیری طرح جلوۂ جاناں کوئی

میری تربت پہ ہے انگشت بدنداں کوئی
خاک میں مجھکو ملا کر ہے پشیماں کوئی

رشکِ عیسیٰ ہو کوئی فخرِ سلیماں کوئی
ہو کے دیکھے تو گدائے درِ جاناں کوئی

اب نہ وہ شورِ سلاسل ہے نہ آہوں کی صدا
لیگیا سب ساتھ ہی رونقِ زنداں کوئی

مشعلِ راہِ وفا ہے مرا ذرہ ذرہ
کیوں مری خاک پہ کرتا ہے چراغاں کوئی

ان کے چہرے سے نقاب اُٹھتے ہی دنیا بدلی
کوئی دامن ہے سلامت نہ گریباں کوئی

ہے جبیں سائی سنگِ رجاناں جو حبیب
آجکل اپنے مقدر پہ ہے نازاں کوئی

پھر چلا کعبہ سے میں دیرِ بتاں کو بیدم
نہ ہوا ہوگا مری طرح پشیماں کوئی

ہتھیلی پر لئے سر عشق کے دربار میں آیا
میں جس سرکار کا بندہ تھا اُس سرکار میں آیا

یہ کیفیت کہاں دیر و حرم کے سجدہ گاہوں میں
جو لطفِ جبہ سائی آستانِ یار میں آیا

نشیمن ہے نہ وہ گل ہیں نہ شاخِ آشیاں کوئی
قفس سے چھوٹکر ناحق ہی میں گلزار میں آیا

غمِ ناکامئ قسمت کی دنیا سے شکایت کیا۔
وہی بہتر ہے جو بیدم مزاجِ یار میں آیا

قسمت کھلی ہے آج ہمارے مزار کی
چادر پڑی ہے گوشۂ دامانِ یار کی

کیا فسانہ کیسی اذیت فشار کی
لذت ملی ہے قبر میں آغوشِ یار کی

وحشت یہ کہہ رہی ہے دلِ بیقرار کی
پھر خاک چھاننی ہے ہمیں کوئے یار کی

کوچے میں تیرے دوشِ صبا پر سوار ہے
کس اوج پہ ہے خاک تیرے خاکسار کی

دل بھی گیا جگر بھی گیا جان بھی چلی
اچھی گھڑی ہے آرزوئے وصلِ یار کی

در پہ جگہ نہ دامنِ دلدار پر قرار
مٹی خراب ہے مرے مشتِ غبار کی

نیرنگئ زمانہ سے دل سیر ہو گیا
اب تو غمِ خزاں ہے نہ خوشی ہے بہار کی

عبرت سے شیب و شاب پہ میرے نظر کرو
تصویریں ہوں میں گردشِ لیل و نہار کی

لاؤ ابھی شام ہی سے نہ کچھ کھا کے سو رہوں
دیکھی ہے صبح کس نے شبِ انتظار کی

وہ جیتے جی بہرِ عیادت نہ آسکے
اب آرہے ہیں خاک اُڑانے مزار کی

ناپائدار ہستی ناپائیدار ہے — ہستی ہی کیا ہے ہستی ناپائیدار کی

بیدمؔ نہ اپنا نخلِ تمنا ہرا ہوا
آئی بھی اور گذر بھی گئی رت بہار کی

چومی رکاب اُٹھ کے کسی شہسوار کی — ہمت تو دیکھئے سرِ مشتِ غبار کی
ہر شئے میں دیکھتا ہوں جھلک حسنِ یار کی — مشتاق کر تمیز نہیں زر و دنار کی
اے اضطراب پردۂ رازِ نہاں نہ کھول — تجھ کو قسم ہے گوشۂ دامانِ یار کی
بجلی کی طرح مجھ کو تڑپنے سے کام کیا — تصویر ہوں میں اپنے دلِ بیقرار کی
بادِ صبا مٹاتی ہے میرے مزار کو — مٹتی ہے یادگار تیرے یادگار کی
اچھا ہوا کہ حسرت و ارمان مٹ گئے — اب چین سے کٹے گی دلِ بے قرار کی

بیدمؔ جہاں میں صبحِ قیامت ہے جسکا نام
شاید وہی سحر ہے شبِ انتظار کی

دلِ وحشی میرا شیدائے زلفِ عنبریں ہو کر — چلا ہے نجد کو مجنوں کا سجادہ نشیں ہو کر
کسی کی سرکشی تیرے مقابل چل نہیں سکتی — رہیگا آسماں بھی تیرے کوچے کی زمیں ہو کر
بُرا ہو ناامیدی کا اسے بھی لے چلی دل سے — خیالِ وصل جو برسوں رہا تھا دلنشیں ہو کر
تیرے دامن نے برسوں مرہم رکھی میرے زخموں کی — تو کیا آنسو نہ پونچھیگی یہ تیری آستیں ہو کر
کہو کیا ہے علاج اس میری برگشتہ نصیبی کا — کہ جب ہاں بھی کسی کے لب تک آتی ہے نہیں ہو کر
ہماری خاک ہوتی یار کے نقشِ قدم ہوتے — ہم اس کوچہ میں رہتے کاش پیوندِ زمیں ہو کر
یہ محرومئی قسمت ہے کہ انکے وصل کی حسرت — رہی آنکھوں ہی آنکھوں میں نگاہِ واپسیں ہو کر
کوئی روئے کسی کی بے نیازی کو غرض کیا ہے — کسیلئے اشک کیوں پونچھے کسی کی آستیں ہو کر

مرے ہی خرمنِ ہستی کو پھونکا اس نے اے بیدمؔ
بچایا غیر کا گھر میری آہِ آتشیں ہو کر

دلکو میرے جلوہ گاہِ روئے روشن کر دیا
رشکِ جنت یار کے صحرائے ایمن کر دیا

تو نے مجھکو لے ایمان کا دشمن کر دیا
کعبۂ دل کو میرے دیر و برہمن کر دیا

اب بآسانی نکل جائینگی اپنی حسرتیں
یار کے تیرِ نظر نے دلمیں روزن کر دیا

وسعتِ شوق تھا کیا پوچھتے ہو لے کلیم
جس نے ہر ذرہ تجھے وادیٔ ایمن کر دیا

دشمنی سرکار کی کیا جانے کیا ڈھاتی ستم
دوستی نے آپکی دنیا کو دشمن کر دیا

جوشِ وحشت کیا کیا یہ کیا کیا دستِ جنوں
جامۂ ہستی کا میرے چاک دامن کر دیا

واہ رے قسمت جو دل محل تھی آپکی خوابگاہ
آج اسکی حسرت و ارمان کا مسکن کر دیا

عشق پروانہ سے ہے بیدم فروغِ شمعِ حسن
میری بدنامی نے ان کا نام روشن کر دیا

طور والے تیری تنویر لئے بیٹھے ہیں
ہم تجھی کو بتِ بے پیر لئے بیٹھے ہیں

جگر و دل کی نہ پوچھو جگر و دل میرے
نگہ ناز کے دو تیر لئے بیٹھے ہیں

ان کے گیسو دلِ عشاق پھنسانے کیلئے
جابجا حلقۂ زنجیر لئے بیٹھے ہیں

اے تیری شان کہ قطروں میں ہے دریا جاری
ذرے خورشید کی تنویر لئے بیٹھے ہیں

پھر وہ کیا چیز ہے جو دلمیں اتر جاتی ہے
تیغ پاس ان کے نہ وہ تیر لئے بیٹھے ہیں

مئے عشرت سے بھرے جاتے ہیں اغیار کے جام
ہم تہی کاسۂ تقدیر لئے بیٹھے ہیں

کشورِ عشق میں محتاج کہاں ہیں بیدم
قیس و فرہاد کی جاگیر لئے بیٹھے ہیں

بھر دیا دامن مرا رخ سے نقاب اٹھا دیا
جتنی تھی آرزو مجھے اس سے کہیں سوا دیا

کیا کہیں اسکی نگاہ نے کیا لیا اور کیا دیا
ہم نے جو کچھ لیا لیا اس نے جو کچھ دیا دیا

اپنے مریضِ ہجر کا خوب علاج کر گئے
سینہ پہ رکھ کے دستِ ناز دردِ جگر بڑھا دیا

میری فغاں سے بارہا آیا زمیں پہ زلزلہ
جب کبھی دل نے آہ کی عرش بریں ہلا دیا

مجھ کو مٹا کے یار نے قبر بھی دی ہے مٹا
نام و نشاں کے ساتھ ساتھ نقشِ وفا مٹا دیا

صورتِ شمعِ بزم ہوں میری کو بجھا دیا
شام ہوئی جلا دیا صبح ہوئی بجھا دیا

پیغامِ راز کی اگر آہ کا وہاں نہیں اثر
پھر کہو خواب سے کس نے انہیں جگا دیا

محمل کے قریں ہو کر مجنوں تو رہے محروم
اور دید سے لیلیٰ کی پردوں کا کھلے مقسوم

لیلیٰ کے کلیجہ سے ہم رو ہی لیا کرتے
اے کاش کہیں ملتے ارمانِ دلِ محروم

دل آتا ہے دل جاناں، الفت نہیں آفت ہے
ہاں تم اسے کیا سمجھو ہاں ہاں تمہیں کیا معلوم

دن آیا تو بیتابی رات آئی تو بے خوابی
جب دل کی یہ حالت ہے خیریتِ جاں معلوم

کہنے کو تو ہم دو ہیں پر فرد ہیں عالم ہیں
تم سا نہ کوئی ظالم ہم سا نہ کوئی مظلوم

اسرارِ محبت کو سمجھے کہ نہ کچھ سمجھے
اتنا ہی ہوا معلوم کچھ اور بھی نہ ہوا معلوم

نیچی نظر والے اک فتنۂ محشر ہیں
کہنے کو بڑے بھولے بیچارے بڑے معصوم

پژمردہ نہوں کیا ہوں ہم مردہ نہوں کیا ہوں
ہاں زندہ تھے زندہ تھا جب اپنا دلِ محروم

بیدمؔ یہ محبت ہے یا کوئی مصیبت ہے
جب دیکھئے افسردہ جب دیکھئے مغموم

پہلو میں دل ہے دل میں تمنائے یار ہے
آئینہ ہے جہاں وہیں آئینہ دار ہے

جگر میں دل ہے دل میں تمنائے یار ہے
کیا تیز گام ابلقِ لیل و نہار ہے

آہٹ پہ کان در پہ نظر بار بار ہے
کچھ خیر تو ہے کس کا تمہیں انتظار ہے

اک میں کہ مجھ سے سارے زمانے کو اختلاف
اک تم کہ تم پہ ساری خدائی نثار ہے

تم شوق سے جفا کئے جاؤ ستم کرو
یہ کس نے کہہ دیا کہ مجھے ناگوار ہے

یوں جا رہا ہوں میں محشر کے سامنے
سینہ پہ ہاتھ ہاتھ میں تصویرِ یار ہے

دامن کسی کا چھوٹتے ہی معراج ہو گئی
مشتِ غبار دوشِ ہوا پر سوار ہے

جھگڑا چکا میں جان ہی دیدی فراق میں
ہونا تو ایک دن یہی انجامِ کار ہے

کس کو سنا رہی ہے صبا مژدۂ بہار
ہم کیا کریں جو آمد فصلِ بہار ہے

نیرنگِ روزگار پہ کس کی نظر نہیں
ہر آنکھ اک مرقعِ لیل و نہار ہے

بیدمؔ ملے جو مجمعِ احباب دل نواز
پھر تو خزاں بھی ہو تو ہماری بہار ہے

گھونگھٹ اس رُخ سے گر جدا ہو جائے
پھر کیا جانے کیا سے کیا ہو جائے

جان تم پہ مری فدا ہو جائے
دل لگانے کا حق ادا ہو جائے

کام کر جائے اُن کی پہلی نظر
ابتدا ہی میں انتہا ہو جائے

تم اگر زہر بھی مجھے دے دو
دردِ دل کی مرے دوا ہو جائے

کہیئے تو کھینچیں دل سے آہ کوئی
ہئے تو حشر ابھی بپا ہو جائے

ان کے در پر مرے دل میں سجدوں ہیں
عمر بھر کی قضا ادا ہو جائے

اک مری جان کے ہیں سو جھگڑے
فیصلہ کر دو فیصلہ ہو جائے

بس بھلائی اسی میں ہے بیدمؔ
غیر سے ان کا دل بُرا ہو جائے

اسکو دنیا اور عقبےٰ چاہیئے
قیس لیلےٰ کا ہے لیلےٰ چاہیئے

اب جو کچھ کرنا ہے کرنا چاہیئے
آج ہی سے فکرِ فردا چاہیئے

ان بتوں سے دل لگانے کیلئے
سچ ہے پتھر کا کلیجہ چاہیئے

دیکھنا ان کا تو قسمت میں نہیں
دیکھنے والے کو دیکھا چاہیئے

وہ نہیں آئے تو وعدہ پر نہ آئیں
اے اجل تجھ کو تو آنا چاہیئے

مجھ سے نفرت ہے تو نفرت ہی سہی
چاہیئے غیروں کو اچھا چاہیئے

خلد والوں کو دکھانے کے لئے
اک ترے کوچہ کا نقشہ چاہیئے

آگے اب جاتا کہاں ہے تیرِ ناز
تجھ کو میرے دل میں رہنا چاہیئے

توڑ کر بیدمؔ بتِ پندار کو
دیر کو کعبہ بنانا چاہیئے

ساتھ دے کون ترے عشق میں وحشت کے سوا
کوئی ٹھہرے تو کہاں کنج ملامت کے سوا

ہجر کی راتوں کے جاگے جو لحد میں سوئے
کون اٹھائیگا انہیں شور قیامت کے سوا

یہی تقویٰ ہے یہی زہد یہی حسن عمل
کوئی سرمایہ نہیں تیری محبت کے سوا

بیخبر بھی ہیں اس حسن سے خود رفتہ بھی
اور عالم بھی ہے اک عالم حیرت کے سوا

وائے ناکامی قسمت کہ وہ فرماتے ہیں
اور باتیں کرو اظہار محبت کے سوا

عرصۂ حشر میں ہے شور کہ فرماتے ہیں
یہ تو اک اور قیامت ہے قیامت کے سوا

اسقدر مشق تصور ہو مری آنکھوں کو
کہ نظر آئے نہ مجھکو یار کی صورت کے سوا

ہے یہی میکدہ پیر مغاں کی تعلیم
شغل کوئی نہیں مئے الفت کے سوا

برہمن دیر کو کعبے کو گئے حضرت شیخ
ہم کہاں جائیں گے تیرے در دولت کے سوا

رنج و غم یاس و قلق حسرت و ارمان و الم
سب گوارہ ہیں مجھے اک تیری فرقت کے سوا

شوق ہے آتش فرقت جگر و دل کو جلا
پھونکدے پھونکدے سب اسکی محبت کے سوا

شیخ کی باتوں میں بیدم میرا جی کیا بہلے
اسکو آتا نہیں کچھ دوزخ و جنت کے سوا

بیگانہ لگے دل کے افسانے کو کیا کہئے
اپنا نہ ہوا اپنا بیگانے کو کیا کہئے

جب دونوں ہی روشن ہیں اک تیری تجلی ہے
پھر کعبہ تو کعبہ ہے بتخانے کو کیا کہئے

ان مست نگاہوں کی تاثیر معاذ اللہ
گردش میں زمانہ ہے پیمانے کو کیا کہئے

اے مشعل بزم دل اے شمع حریم جاں
سب تجھپہ تصدق ہیں پروانے کو کیا کہئے

آتے ہیں ستانے کو جاتے ہیں رلانے کو
اس آنے کو کیا کہئے اس جانے کو کیا کہئے

فرقت میں جدھر دیکھو وحشت ہی برستی ہے
جب گھر کا یہ عالم ہے ویرانے کو کیا کہئے

وہ رو کے مرا بیدم دامن سے لپٹ جانا
اور اُن کا یہ فرمانا دیوانے کو کیا کہئے

سورج کی کرن یا کہکشاں یا عقد ثریا سہرا ہے
اک نور کا پتلا دولھا ہے اک نور سراپا سہرا ہے

بہتر برتر افضل اعلیٰ محبوب دلآرا سہرا ہے
دنیا کی نگاہیں کیوں نہ پڑیں دنیا سے نرالا سہرا ہے

سہرے کی چمک مکھڑے کی رنگ نزہت کے پردوں میں
سہرے میں دیکھتا ہے مکھڑا مکھڑے پہ چمکتا سہرا ہے

طرہ پہ زر بستہ پیچ اور عمامہ بدھی مہندی کنگنا غازہ
دولھا ہے مرصع سرتاپا ایسا ہی اسکا سہرا ہے

بیدم اسے گوندھ کے لایا ہے گلہائے مضامیں چن چنکر
پھولوں کا نہیں زری نہیں گلہائے سخن کا سہرا ہے

ان کے ناوک آکے سینہ میں مرے کیا دیکھتے
دل کے ہر گوشہ میں ارمانوں کی دنیا دیکھتے

لطف تو جب تھا کہ ہم بھی دیکھتے ان کا جمال
اور ہماری بے خودی کا وہ تماشہ دیکھتے

باغ میں چھپ چھپ کے جانے کا نتیجہ مل گیا
کتنے شرمائے وہ جب نرگس کو دیکھا دیکھتے

طالع بیدار دکھلاتا تری صورت تو ہم
دیدۂ یعقوبؑ کے خواب زلیخا دیکھتے

اشک حسرت کی فراوانی بھی اک طوفان ہے
یوں تو قطرہ ہے جو یہ بہہ جاتا تو دریا دیکھتے

جوش وحدت میں دکھاتے ہمت دست جنوں
ہم اگر کچھ وسعت داماں صحرا دیکھتے

قافلے پہونچے ہزاروں منزل مقصود تک
ہم اکیلے رہ گئے نقش کف پا دیکھتے

دید گل کے واسطے بلبل کی آنکھیں چاہئے
قیس کی آنکھوں سے بیدم حسن لیلیٰ دیکھتے

غمزہ پیکاں ہوا جاتا ہے
دل کا ارمان ہوا جاتا ہے

دیکھ کر الجھی ہوئی زلف ان کی
دل پریشان ہوا جاتا ہے

تیری وحشت کی بدولت اے دل
گھر بیابان ہوا جاتا ہے

ساز و سامان نہ ہونا ہی مجھے
ساز و سامان ہوا جاتا ہے

مشکل آسان ہوئی جاتی ہے
کیوں پریشان ہوا جاتا ہے

دل سے جاتے ہیں مرے صبر و قرار
گھر یہ ویران ہوا جاتا ہے

دل کی رگ رگ میں سما کر بیدم
درد تو جان ہوا جاتا ہے

اپنی ہستی کا اگر حسن نمایاں ہو جائے
آدمی کثرت انوار سے حیراں ہو جائے

تم جو چاہو تو مرے درد کا درماں ہو جائے
ورنہ مشکل ہے کہ مشکل مری آساں ہو جائے

اے نمک پاش تجھے اپنی ملاحت کی قسم
بات تو جب ہے کہ ہر زخم نمک داں ہو جائے

دینے والے تجھے دینا ہے تو اتنا دیدے
کہ مجھے شکوۂ کوتاہئ داماں ہو جائے

اس سیہ بخت کی راتیں بھی کوئی راتیں ہیں
خواب راحت بھی جسے خواب پریشاں ہو جائے

خواب میں بھی نظر آجائیں جو آثار بہار
بڑھ کے دامن سے ہم آغوش گریباں ہو جائے

سینۂ شبلی و منصور تو پھونکا تو نے
اس طرف بھی کرم اے جنبش داماں ہو جائے

آخری سانس بنے زمزمہ ہو اپنا
ساز مضراب فنا تار رگ جاں ہو جائے

تو جو اسرار حقیقت کہیں ظاہر کر دے
ابھی بیدمؔ رسن و دار کا ساماں ہو جائے

ذرّہ ذرّہ سے ترا حسن نمایاں ہو جائے
اسکی پرواہ نہیں نظارہ پریشاں ہو جائے

جی بہلنے کا جنوں میں کوئی ساماں ہو جائے
گھر گریباں میں ہو یا گھر گریباں ہو جائے

دل وہی دل ہے جو خاک رہ محبوب بنے
جان وہ جان ہے جو پا پہ قرباں ہو جائے

زاہد اسکو کہیں جانے کی ضرورت کیا ہے
کعبہ جس کیلئے سنگ در جاناں ہو جائے

اسی امید پہ ہم خاک دریا ہو جائے
کہ رسائی کہیں تا گوشۂ داماں ہو جائے

اک دم میں حرم دیر کے جھگڑے مٹ جائیں
یار کا حسن جو بے پردہ نمایاں ہو جائے

تیرے قبضہ میں ہے جبتک ہی بیری یاد رہے
میرے سر تک جو پہنچ جائے تو احساں ہو جائے

یا تو پہنچا دے گلستاں میں قفس کو صیاد
یا یہی گنج قفس صحن گلستاں ہو جائے

یہ بھی اک معجزہ وحشت دل ہے بیدمؔ
کہ مری خاک کا ہر ذرّہ بیاباں ہو جائے

جناب وارث آل عبا کی چادر ہے
حضور خواجۂ گلگوں قبا کی چادر ہے

امیر شہر ولایت کریم ابن کریم
تمام خلق کے حاجت روا کی چادر ہے

طفلِ اشک آنکھوں سے نکلا خونِ دل کے ساتھ ساتھ
ان کے دامن پر پڑا مچلا مچل کر رہ گیا

میرے آغوشِ تصوّر سے نکلنا ہے محال
اب خیالِ یار تو سانچے میں ڈھل کر رہ گیا

آتشِ رشک و حسد سے سنگ بھی خالی نہیں
دیدِ موسیٰ کو ہوئی اور طور جل کر رہ گیا

اک ہمارا دل کہ محوِ لذتِ دیدارِ شمع
ایک پروانہ کہ دیکھا اور جل کر رہ گیا

رازِ دل کا پردہ رکھا رعبِ حسنِ یار نے
حرفِ مطلب منہ سے نکلا اور نکل کر رہ گیا

یادِ جاناں میں تیری مزاجی کے نثار
دل میں جو کچھ تھا سوا تیرے وہ جل کر رہ گیا

جاں نثاروں کا تھا آج اس درجہ مقتل میں ہجوم
خنجرِ قاتل بھی دو اک ہاتھ چل کر رہ گیا

سوز و سازِ عشق کا انجام بیدمؔ دیکھ لو
شمع ٹھنڈی ہو گئی پروانہ جل کر رہ گیا

کہہ رہا ہے ضعف اپنے نالۂ شبگیر کا
کوئی اتنا ہو کہ دامن تھام لے تاثیر کا

پہلے عاشق کو بناتے ہیں نشانہ تیر کا
یوں پرکھ لیتے ہیں وہ کھوٹا کھرا تقدیر کا

ٹوٹ کر جو دل میں رہ جاتا ہے ٹکڑا تیر کا
بس وہی ٹکڑا ہے ٹکڑا قسمتِ نخچیر کا

المدد اے جذبِ دل اب لاج تیرے ہاتھ ہے
امتحاں ہے آج میری آہِ بے تاثیر کا

دل تو دل ہے جان بھی مانگے تو میں حاضر کروں
یہ نہیں ممکن کہ دل توڑوں تمہارے تیر کا

ہے نقابِ صورتِ موہوم میری بیخودی
میری عریانی ہے پیراہن مری تصویر کا

شیخیاں نالوں کی ہم نے دیکھ لیں بس دیکھ لیں
دردِ دل اٹھ تو ہی دامن تھام لے تاثیر کا

اے تری قدرت کے صدقے تیری صنعت کے نثار
خاک کا پتلا بنے خاکہ تری تصویر کا

دیدۂ مشتاق کی اللہ رے محرومیاں
اٹھ گیا گھونگھٹ تو پردہ پڑ گیا تصویر کا

ناتوانی سے مرے رنگِ بریدہ کی طرح
کھنچتے کھنچتے اڑ گیا خاکہ مری تصویر کا

ہو محبت میں کیوں زنداں کی پابندی عزیز
سلسلہ ملتا ہے زلفِ یار سے زنجیر کا

کچھ نہ پوچھو ذرہ ہائے کوئے جاناں کی چمک
سامنا کرتے ہیں برقِ طور کی تنویر کا

نبیؐ کے لال کی مولا علیؑ کے جانی کی
یہ یادگارِ شہِ کربلا کی چادر ہے
گدا نواز سخی ۔ دستگیر مظلوماں
غریب پرور مشکلکشا کی چادر ہے
ملے گا حسن کا صدقہ غریب بیدم کو
جمیل حسن جمالِ خدا کی چادر ہے

یوں گلشنِ ہستی کی مالی نے بنا ڈالی
پھولوں سے جدا کلیاں کلیوں سے جدا ڈالی
سر رکھ کے ہتھیلی پر اور لختِ جگر چن کر
سرکار میں لائے ہیں ارباب وفا ڈالی
رد یا کھوں ہیں انکو یا مژدۂ بیداری
غل ہے کہ نقاب اُس نے چہرہ سے اٹھا ڈالی
اللہ رے تصور کی نقاشی و نیرنگی
جب بن گئی اک صورت اک شکل بنا ڈالی
ساقی نے ستم ڈھایا برسات میں ترسایا
جب فصلِ بہار آئی دوکان اٹھا ڈالی
خونِ دلِ عاشق کے اس قطرہ کا کیا کہنا
دنیائے وفا جس نے رنگین بنا ڈالی
بیدم ترے گریہ نے طوفان اٹھا ڈالے
اور نالوں نے دنیا کی بنیاد ہلا ڈالی

قلبِ مضطر سے سنی جب داستانِ آرزو
بجلیاں گرنے لگیں شرحِ بیانِ آرزو
کس قدر پر درد ہے میرا بیانِ آرزو
رو دیا جو سننے بیٹھا داستانِ آرزو
کیوں نہ پھر سن کے رنگ چاک پیراہن کرے
لے اڑی بلبل مرا طرزِ بیانِ آرزو
رعبِ حسنِ یار سے محفل میں ہم خاموش تھے
دیدۂ حیرت زنہ ہے ترجمانِ آرزو
کل نہیں آرزو تھی رشکِ چرخ ہفت میں
فرش پا انداز ہے اب آسمانِ آرزو
سن لیا اس نے جو کچھ ہم نے دم آخر کہا
تھی نگاہِ واپسیں گویا زبانِ آرزو
اے دلِ مضطر ترے دم تک ہے بیدم کی حیات
تو مٹا تو مٹ گیا نام و نشانِ آرزو

تیغ کھینچی اُس نے اور تیور بدل کر رہ گیا
آج بھی شوقِ شہادت ہاتھ مل کر رہ گیا
نزع میں بیمارِ غم کروٹ بدل کر رہ گیا
جب کہا اُس نے سنبھل سنبھلا سنبھل کر رہ گیا

میں بھی ہوں قاتل بھی ہے خنجر بھی ہے مقتل بھی ہے
آج بیدؔم فیصلہ ہوگا مری تقدیر کا !

خیال میں بھی وہ گل ہم سے ہمکنار نہیں — بہار ہوگی، ہمارے لئے بہار نہیں
یہ سینہ داغوں سے کب لالہ زار نہیں — تم آکے دیکھو تو کس دن یہاں بہار نہیں
وہی بھلے ہیں جو میخانے میں خراب ہوئے — وہ ہوشیار ہیں ساقی جو ہوشیار نہیں
عجب مزا ہے مرا دل ہے اسطرف بےچین — نگاہِ شوخ کو ان کی ادھر قرار نہیں
یہ کیسی ہوش ربا تھی نگاہ ساقی کی — کہ آج بزم میں کوئی بھی ہوشیار نہیں
یہ آس لائی ہے در پہ ترے کریم مجھے — کہ یاں نہیں کبھی سُنتا امیدوار نہیں
یہ کس کی یاد مژہ کر گئی مجھے بیچین — یہ آج کیوں کسی پہلو مجھے قرار نہیں
مرے سر آنکھوں پہ رسوائیاں محبت کی — ملامتی ہوں ملامت سے مجھکو عار نہیں

سنا ہی کرتے تھے بیدؔم یہ اب تو دیکھ لیا
کہ بگڑے وقت میں کوئی کسی کا یار نہیں

جس جگہ دل ہے وہیں یار کا پیکاں بھی ہے — صاحبِ خانہ جہاں ہے وہیں مہماں بھی ہے
یاس و حرمان بھی ہے حسرت بھی ارمان بھی ہے — اتنے سامانوں پہ دل بے سر و سامان بھی ہے
تیرے سینے میں جہاں دل وہیں پیکان بھی ہے — درد کے ساتھ مرے درد کا درمان بھی ہے
مجھ کو دشوار ہے ملنا ترا آسانی ہے — تو جو ہے تو یہ مشکل مری آسان بھی ہے
خانۂ دل میں جہاں بیٹھ گیا بیٹھ گیا — عجب آرام طلب آپ کا پیکان بھی ہے
پاؤں ہیں تو کہاں جا در عریانی میں — ہاتھ اٹھیں تو کہاں جائیں گریبان بھی ہے
ادھر ادھر رہا اک تیر میں دونوں کا شکار — دل بھی زد پر ہے نشانے پہ مری جان بھی ہے
جسکی اس عالم صورت میں ہے رنگ آمیزی — اسی تصویر کا خاکہ تو یہ انسان بھی ہے
میرا لاشہ یونہی بے گور و کفن رہنے دو — ایسے جو مرتے ہیں انکی یہی پہچان بھی ہے

کیوں نہ متوالا ہو بیدمؔ تیرا اے پیرِ مغاں
مستیٔ بادہ ہے کیفِ مئے عرفان بھی ہے

کعبہ کا شوق ہے نہ صنم خانہ چاہیئے
جانانہ چاہیئے درِ جانانہ چاہیئے

ساغر کی آرزو ہے نہ پیمانہ چاہیئے
بس اک نگاہِ مرشدِ میخانہ چاہیئے

حاضر ہیں میرے جیب و گریباں کی دھجیاں
اب اور کیا تجھے دلِ دیوانہ چاہیئے

عاشق نہ ہو تو حسن کا گھر بے چراغ ہے
لیلیٰ کو قیس شمع کو پروانہ چاہیئے

پروردۂ کرم سے تو زیبا نہیں حجاب
مجھ خانہ زادِ حسن پہ پروانہ چاہیئے

شکوہ ہے کفر اہلِ محبت کے واسطے
ہر اک جفائے دوست پہ شکرانہ چاہیئے

بادہ کشوں کو دیتے ہیں ساغر یہ پوچھ کر
کس کو زکوٰۃِ نرگسِ مستانہ چاہیئے

بیدمؔ نمازِ عشق یہی ہے خدا گواہ
ہر دم تصورِ رخِ جانانہ چاہیئے

جب خیالِ یار کا مسکن مرا سینہ ہوا
سامنے آنکھوں کے اک حیرت کا آئینہ ہوا

وقتِ آخر بامِ مقصد تک مجھے پہنچا دیا
ہچکیوں کا تار میرے واسطے زینہ ہوا

پرتوِ حسن و جمالِ یار سے بعدِ فنا
ذرّہ ذرّہ خاک کا میری اک آئینہ ہوا

مدتیں گزریں کہ خالی کاسۂ دل تھا مگر
دولتِ دیدار ہاتھ آئی تو گنجینہ ہوا

پیہم آتے ہیں اسی جانب خدنگِ ناز سے
تودۂ مشقِ ستم گویا مرا سینہ ہوا

یوں تو پہلے بھی تھا دل آئینہ کہنے کیلئے
آپ کو دیکھا تو آئینہ کا آئینہ ہوا

اب قبائے رندیت سے کون بدلیگا اسے
جامۂ زہد و ورع زاہد کا پارینہ ہوا

اک تھا میں اور تو لیکن یہ حسنِ اتفاق
تو بنا تصویر اور میں تیرا آئینہ ہوا

بیدمؔ ان گیسو و رخ کا جو نظارہ کیا
شب شبِ قدر اور دن نور فزا آئینہ ہوا

سنانے کو میں بتلائے محبت　　سنو تو کہوں ماجرائے محبت
جو دینا تھا تجھ کو خدائے محبت　　مجھے موت دیتا بجائے محبت
وہی دن تو دل کی تباہی کا دن تھا　　کہ جس دن پڑی تھی بنائے محبت
محبت کے کوچے میں جو مٹ گئے ہیں　　ہے زیبا انہی پر قبائے محبت
مری آنکھ ہے منظرِ حسن جاناں　　مرا دل ہے خلوت سرائے محبت
کروں کیوں نہ سجدے تجھے حسنِ جاناں　　میں بندہ ہوں تو ہے خدائے محبت
یہ ہر ایک سے ہم پوچھتے پھر رہے ہیں　　کوئی جانتا ہے دوائے محبت
شہ حسن کچھ اپنی خیرات دینا　　کہ حاضر ہیں در پر گدائے محبت
ظہورِ محبت بقائے دل و جاں　　فنائے دو عالم فنائے محبت

وفا گر کرے زندگی اپنی بیدم
تو تا حشر جھیلوں جفائے محبت

تجھ سے پاتے نہیں اے دوست یہ منزل خالی　　تو ہی تو ہوتا ہے ہو جاتا ہے جب دل خالی
ننگ ہو جائیں جو در سے ترے سائل خالی　　بھر دے کاسہ جو ہو ساقی سر محفل خالی
پھر اسی طرح سے ہو زینتِ محمل اے یار　　ہم سے دیکھا نہیں جاتا ترا محمل خالی
اشک یوں آنکھوں سے بیگانہ ہوئے وصل کی شب　　کشتیاں ہوتی ہیں جیسے لبِ ساحل خالی

فصل گل جاتے ہی گلشن ہوا ویراں بیدم
کر گئے اپنے نشیمن کو عنادل خالی

صبر آئے کس طرح تیرے قول و قرار پر　　کیا اعتبار زندگیٔ مستعار پر
طول اس قدر ہوا گلۂ اختصار پر　　آخر کو بات ٹل گئی روزِ شمار پر
آنسو بہا رہے ہیں وہ میرے مزار پر　　ابر کرم برستا ہے مشتِ غبار پر
طغرا بنا ہے صنعتِ پروردگار کا　　ہر نقش صفحۂ چمنِ روزگار پر
مشتاق دید ہوں مجھے جلوہ دکھائیے　　بہر خدا نہ ٹالیے روزِ شمار پر

قلبِ حزیں کے گرد ہیں ارمان اس طرح　　پروانے جیسے جمع ہوں شمع مزار پر
واعظ میرے گناہوں پہ تیری نگاہ ہے　　میری نظر ہے رحمتِ پروردگار پر
سیکھے نکل کے دیدۂ گریاں سے طفل اشک　　مچلے ہوئے ہیں گوشۂ دامانِ یار پر
پایا ہے میں نے خاک میں مل کر در حبیب　　ناحق ہے رشک غیروں کو میرے وقار پر
تم کو ترس نہ آئے تعجب کی بات ہے　　دشمن بھی رو رہے ہیں مرے حالِ زار پر
یاں یک بڑھی کہ روزِ قیامت سے بڑھ گئی　　حیرت ہے مجھ کو طولِ شبِ انتظار پر

بیدمؔ اگر خزانۂ کونین بھی ملے
صدقے کروں میں دولتِ دیدارِ یار پر

دل تاک رہی ہے تری دزدیدہ نظر آج　　لٹتا ہے مری پیاری تمناؤں کا گھر آج
شاید کہ ہوئی میرے مسیحا کو خبر آج　　اب ٹیس ہی دل میں ہے نہ وہ دردِ جگر آج
دیکھا نگہ لطف سے اس بت نے ادھر آج　　کچھ ہو تو چلا ہے مری آہوں میں اثر آج
گم ہو گئے گم کر گئی ساقی کی نظر آج　　پہروں نہیں ہوتی آپ اپنی خبر آج
یونہی جو ترقی پہ رہا دردِ جگر آج　　بیمار ترا دیکھ نہ پائے گا سحر آج
صد شکر یہ دن ترک تمنا نے دکھایا　　اب ڈھونڈتا پھرتا ہے دعاؤں کا اثر آج
دشمن بھی ہے اور ہم بھی ہیں مشتاقِ شہادت　　اب دیکھیں تری تیغ ادھر ہو کہ ادھر آج
کم صبحِ قیامت سے نہیں صبحِ شبِ ہجر　　دیتے ہیں خبر حشر کی آثارِ سحر آج
ہو جائے نہ اس بزم میں اظہارِ محبت　　لے ڈوبیں نہ مجھ کو یہ کہیں دیدۂ تر آج
دل ہی کو قرار آئے نہ وہ آئیں نہ موت آئے　　کٹتی ہے شبِ ہجر نہ ہوتی ہے سحر آج

گلدستۂ تحسین ترا نذرانہ ہے بیدمؔ
گلہائے فصاحت کا ہے سہرا ترا آج

گلزارِ محبت کی فضا میرے لئے ہے　　بس خوب ہی آب و ہوا میرے لئے ہے
ہے ہاتھ میں دامن مرے فرزندِ نبیؐ کا　　بوئے چمن آلِ عبا میرے لئے ہے

ہاں شیفتہ حسن ازل سے ہوں میں تیرا
ہاں ہاں تری الفت کا مزا میرے لئے ہے

وارث ترا در مجھ سے نہیں چھوٹنے والا
میں تیرا ہوں تو نام خدا میرے لئے ہے

بیہوش ہوا ہوں نگہ مست سے تیری
کافی تیرے دامن کی ہوا میرے لئے ہے

تو لاکھ کھنچے مجھ سے نہ چھوڑونگا میں دامن
کیا اور کوئی تیرے سوا میرے لئے ہے

ہاں ہاں مجھے تو شربتِ دیدار پلا دے
ہاں ہاں یہی داروئے شفا میرے لئے ہے

زاہد تری قسمت میں کہاں ایسی عبادت
یہ سجدۂ نقشِ کفِ پا میرے لئے ہے

میں عشق کے کوچہ سے کہیں جا نہیں سکتا
اک مرشدِ کامل کی دعا میرے لئے ہے

آزاد روی حصّہ میں اغیار کے بیدمؔ
پابندئ آئینِ وفا میرے لئے ہے

ہم بھی ہوں یار بھی لطفِ ملاقات رہے
یہی دن ہی راتیں یہی برسات رہے

شب کو رندوں میں عجب لطفِ مساوات رہے
مختلف شکل میں سب تھے مگر اک ذات رہے

رات دن صحبتِ اغیار مبارک باشد
آپ دن کو بھی تو ہیں جائیں جہاں رات رہے

سخت جانی ہے ادہر پاس نزاکت ہے ادھر
خنجر یار کی اللہ کرے بات رہے

کس کے پہلو میں رہے گیسوے رہے یہ نہ کہو
مگر اتنا تو بتا دو کہ کہاں رات رہے

عمر سب حلقۂ رنداں میں بسر کی ہم نے
مر کے بھی خاک درِ خرابات رہے

میکدہ تیرا سلامت رہے اور تو ساقی
تا ابد قبلۂ حاجات و مرادات رہے

منہ نہ موڑیں گے محبت میں وفا سے بیدمؔ
جان جاتی رہے کیا غم ہے مگر بات رہے

وہ کیا نہیں کرتے وہ کیا کر نہیں سکتے
کرتے نہیں کیا میری دوا کر نہیں سکتے

گر توں کو اٹھایا کبھی مردوں کو جلایا
کیا میری مدد شیرِ خدا کر نہیں سکتے

اب زیست سے تنگ آ گیا بیمار تمہارا
تم زہر ہی دے دو جو دوا کر نہیں سکتے

باز آ نہیں سکتے وہ کبھی اپنی جفا سے — ہم ترکِ رہ و رسمِ وفا کر نہیں سکتے

یہ قیدِ مصائب بھی کڑی قید ہے بیدمؔ
وہ چاہیں تو کیا مجھ کو رہا کر نہیں سکتے

کاش مجھ پر ہی مجھے یار کا دھوکا ہو جائے — دید کی دید تماشے کا تماشا ہو جائے
دیدۂ شوق کہیں راز نہ افشا ہو جائے — دیکھ ایسا نہ ہو اظہارِ تمنا ہو جائے
آپ ٹھکراتے تو ہیں قبرِ شہیدانِ وفا — حشر سے پہلے کہیں حشر نہ برپا ہو جائے
آپ کا جلوہ بھی کیا چیز ہے اللہ اللہ — جس کو آ جائے نظر وہ بھی تماشا ہو جائے
کم روزِ قیامت سے شبِ وصل اس کی — شام ہی سے جسے اندیشۂ فردا ہو جائے
کیا ستم ہے مرے ہوتے ہوئے اے جذبۂ دل — میرا چاہا نہ ہوا اور غیر کا چاہا ہو جائے
شرم اس کی ہے کہ کہلاتا ہوں کشتہ تیرا — زندہ عیسےٰ سے ہو جاؤں تو مرنا ہو جائے
میرا ساماں میری بے سر و سامانی ہے — مر بھی جاؤں تو کفن دامنِ صحرا ہو جائے
دور ہو جائیں جو آنکھوں سے حجابات دوئی — پھر تو کچھ دوسری دنیا مری دنیا ہو جائے
اس کی کیا شرم نہ ہوگی تجھے اے شانِ کرم — تیرا بندہ جو ترے سامنے رسوا ہو جائے

تو اسے بھول گیا وہ تجھے کیونکر بھولے
کیسے ممکن ہے کہ بیدمؔ بھی کبھی تم سا ہو جائے

دل میں جو ترے تیر نظر آئے ہوئے ہیں — وہ مجھ پہ مری جان ستم ڈھائے ہوئے ہیں
دل کیا ہے جگر تک مرا برمائے ہوئے ہیں — پیکاں ترے تیرِ دل کے غضب ڈھائے ہوئے ہیں
آئے بھی شبِ وعدہ تو کیا آئے کہ آ کر — بے طرح پریشان ہیں گھبرائے ہوئے ہیں
محفل میں تو شوخی سے کیے قتل ہزاروں — خلوت میں جو آئے ہیں تو شرمائے ہوئے ہیں
اس پر بھی وہ ملتے ہیں تو ایمان ہے اُن کا — غیر دل سے جو ملنے کی قسم کھائے ہوئے ہیں
معشوق ہیں کچھ کاکلِ پیچاں تو نہیں آپ — کیوں الجھے ہوئے بیٹھے ہیں بل کھائے ہوئے ہیں
بیدمؔ وہ جواں ہوں گے تو کیا ہوں گے نہ پوچھو — بچپن ہی سے جو اتنے ستم ڈھائے ہوئے تھے

شمع حرم جان ہے یا مشعلِ بت خانہ
کیا کیا میں کہوں تجھ کو اے جلوۂ جانانہ

منزل مرے مقصد کی کعبہ ہے نہ بتخانہ
ان دونوں سے آگے چل اے ہمت مردانہ

میخواروں کے صدقے میں ساقی کوئی پیمانہ
میخانہ میں حاضر ہے دردی کشِ میخانہ

سب نقش خیالی ہیں کعبہ ہو کہ بت خانہ
تو مجھ میں ہے میں تجھ میں اے جلوۂ جانانہ

ساقی ترے آتے ہی یہ جوش ہے مستی کا
شیشہ پہ گرا شیشہ پیمانے پہ پیمانہ

میرا دلِ ویراں بھی آباد کیئے جانا
اے زینتِ ہر محفل اے صاحبِ ہر خانہ

زاہد مری قسمت میں سجدے ہیں اسی در کے
چھوٹا ہے نہ چھوٹیگا سنگِ درِ جانانہ

تو شمع صفت اے گل آ ہے جو سرِ محفل
پروانہ بنے بلبل بلبل بنے پروانہ

مٹ کر یہ ہے باقی جو تجھ پر مٹے ساقی
جب مٹتے ہیں بنتے ہیں خاکِ درِ میخانہ

یاں کافر و مومن کی تفریق ہے لاحاصل
سب یار کے جلوے ہیں اپنا ہے نہ بیگانہ

کیا لطف ہو محشر میں شکوے ہیں کئے جاؤں
وہ ہنس کے کہے جائیں دیوانہ ہے دیوانہ

معلوم نہیں بیدم میں کون ہوں اور کیا ہوں
یوں اپنوں میں اپنا ہوں بیگانوں میں بیگانہ

اک ذراسی بات کا افسانہ گھر گھر ہو گیا
چار حرفِ آرزو تھے جن کا دفتر ہو گیا

قیدیٔ زندانِ غم اس درجہ خود سر ہو گیا
سر جہاں دیوار سے مارا وہیں در ہو گیا

میرے دل کے راز کا اظہار سب پر ہو گیا
جو نہ ہونا تھا وہی سے دیدۂ تر ہو گیا

اضطرابی کا خزانہ دیدۂ تر ہو گیا
جو گرا فرقت میں آنسو قلب مضطر ہو گیا

تشنہ کامانِ قضا پی کے سب چلتے ہوئے
چلتے چلتے ان کا خنجر دورِ ساغر ہو گیا

تم سے بیمارِ محبت کا مداوا ہو چکا!
کہہ چکے تم اور علاجِ قلبِ مضطر ہو گیا

تھا وہ مستانہ کہ جب ڈوبا ہوں بحرِ فکر میں
ہر حبابِ موجِ مستی میرا ساغر ہو گیا

خود نمائی کرتے کرتے اب خدا بننے لگے
یہ بتوں کا حوصلہ اللہ اکبر ہو گیا

میں کسی صورت میں ہوں گردش ہی میرے ساتھ ساتھ
بزمِ ہستی میں جو آیا دورِ ساغر ہو گیا

سو بہاریں اس مسرت اس تبسّم کے نثار
آج دامان سحر پھولوں کی چادر ہو گیا

رہِ عدم میں ایک ہستی وہ نذرِ نیستی
میرا ہونا بھی نہ ہونے کے برابر ہو گیا

اس نے رگ رگ کو سکھا دیں عشق میں ہچکیاں
قلبِ مضطر اک عذابِ جان مضطر ہو گیا

برہمی کی کوئی حد بھی اے مزاجِ زلفِ یار
کیا بگڑ جانے میں تو میرا مقدّر ہو گیا

ہوتے ہوتے ہو گئی برہم وہ بیدمؔ بزمِ ناز
دیکھتے ہی دیکھتے سامانِ محشر ہو گیا

دل کی دنیا کا ہر اک گوشہ منوّر ہو گیا
اُٹھ گیا پردہ کوئی پردے سے باہر ہو گیا

ذرّہ ذرّہ رو کشِ خورشید محشر ہو گیا
لو مبارک ہو کوئی پردے سے باہر ہو گیا

چھنکے پردے سے ضیائے حسن چمکی تھی کلیم
آپ یہ سمجھے کہ وہ پردے سے باہر ہو گیا

نکہتِ گل اسکو سمجھوں یا کہوں نورِ نگاہ
اتنے پردوں میں بھی جو پردے سے باہر ہو گیا

اس کے ہر حسن کی کرنیں حجابِ رخ ہوئیں
کب اُٹھا پردہ وہ کب پردے سے باہر ہو گیا

وعدۂ دیدار یاد آیا سُنا جب شورِ حشر
میں نے یہ سمجھا کوئی پردے سے باہر ہو گیا

میری ہستی ہی نقابِ صورتِ دلدار تھی
مٹ گیا جب میں تو وہ پردے سے باہر ہو گیا

جلوہ گاہِ ناز میں پہنچے تو ہوش اتنا نہیں
یار پردہ میں ہے یا پردے سے باہر ہو گیا

ایسے کی بے پردگی و پردہ کا کیا اعتبار
بوئے گل کی طرح جو جامے سے باہر ہو گیا

تھی تو یہ بیدمؔ کسی کے بیخودوں کی شان تھی
ذکرِ مے پر شیخ کیوں جامے سے باہر ہو گیا

تجلی رخِ روشن کا کیا ٹھکانا تھا
ادھر نقاب اٹھی تھی کہ غش کا آنا تھا

نگاہِ ناز کے تیروں کا کیا ٹھکانا تھا
نظر نظر سے ملی تھی کہ دل نشانہ تھا

خیال و خواب ہوئے وہ مزے جوانی کے
عجیب دن تھے عجب سن عجب زمانہ تھا

بجھانے والے بجھاتے کسی کے دل کی لگی
چراغِ ہستیٔ عاشق کا کیا بجھانا تھا

قرار گھر میں نہ صحرا میں چین سے بیٹھے
ہمیں تو موت کا پیغام دل کا آنا تھا

تمہارے ڈھونڈنے والے کچھ ایسے کھوئے ہیں / کہ اُن کو آپ ہی اپنا نشاں نہیں ملتا
مسیح در پہ ترے کس نے کیا نہیں پایا / مجھی کو مرہم زخم نہاں نہیں ملتا
مجھی کو تختۂ مشقِ ستم بنایا ہے / تجھے بھی اور کوئی اے آسماں نہیں ملتا
ہمارا کھونا ہی گویا تمہارا پانا تھا / کہ تم ملے تو ہمارا نشاں نہیں ملتا

ہمیں میں کچھ نہیں بیدمؔ یہ کیوں نہیں ملتے
یہ کیا کہا کہ کوئی قدرداں نہیں ملتا

تم خفا ہو تو اچھا خفا ہو / اے بتو! کیا کسی کے خدا ہو
اپنے مستوں کی خیرات ساقی / ایک ساغر مجھے بھی عطا ہو
کچھ رہا بھی ہے بیمارِ غم میں / اب دوا ہو تو کس کی دوا ہو
آ دلِ لو شبِ وعدہ آکر / صبح تک پھر خدا جانے کیا ہو
تو نے مجھ کو کہیں کا نہ رکھا / اے دلِ زار تیرا بُرا ہو
غصے میں بھی رہا پاسِ دشمن / کہہ رہے ہیں کہ تیرا بھلا ہو

تم کو بیدمؔ ہمیں جانتے ہیں
پارسا ہو بڑے پارسا ہو

تم ملو میری قسمت رسا ہو / دردِ دل دردِ دل کی دوا ہو
سارے عالم سے بیگانہ ہو لے / پھر کوئی یار کا آشنا ہو
بے ترے ساقیا مے تو مے ہے / زہر سمجھوں جو آبِ بقا ہو
دل مٹے بھی تو تیری گلی میں / خاک ہو تیری خاکِ پا ہو
اس کا نام و نشاں پوچھنا کیا / جو تری راہ میں مٹ گیا ہو
میری مشکل کو آسان کر دو / یا علیؑ آپ مشکل کشا ہو
زندگی ختم ہو تیرے غم میں؟ / یاد میں تیری بیدمؔ فنا ہو

سنی جو تیری مصیبت کی داستاں تو کہا
کہ پھر کہو یہ بڑے لطف کا فسانہ تھا

بہار جاتے ہی دنیا بدل گئی بیدمؔ
کہ عندلیب کا صحرا میں آشیانہ تھا

کچھ گلہ ان سے نہ کچھ شکوہ ہے چرخِ پیر کا
سامنے آیا مرے لکھا مری تقدیر کا

وعدۂ فردا کا مطلب میں نہ سمجھا نامہ بر
حشر پر ٹھہرا ہے گویا فیصلہ تقدیر کا

چل گیا غیروں کی تدبیروں کا جادو چل گیا
ہو گیا آج اک نہیں میں فیصلہ تقدیر کا

پھر پھرا کر ان کا در ہو ہی گیا آخر نصیب
کیوں نہ ہو ممنون اپنی گردشِ تقدیر کا

آئے ہیں وہ میرے مرنے کا تماشا دیکھنے
اے اجل اب آکہ یہ موقعہ نہیں تاخیر کا

جان بھی دل کی طرح جانے کو ہے تو جا چکے
ہو چکے ہونا ہے جو کچھ فیصلہ تقدیر کا

یادِ گیسو میں نہ پوچھو مجھ سے زنداں کی بہار
سنبلستاں ہے ہر اک حلقہ مری زنجیر کا

چرخ کو چکرا دیا کیوں تو نے قسامِ ازل
یہ تو حصّہ تھا ہماری گردشِ تقدیر کا

خلد قسمت میں نہیں بیدمؔ تو دوزخ ہی سہی
ہے کہیں آخر ٹھکانا عاشقِ دل گیر کا!

وہ جام کیوں مجھے پیرِ مغاں نہیں ملتا
کہ جس کے پینے سے اپنا نشاں نہیں ملتا

اکیلا چھوڑ گئے مجھ کو رہروانِ عدم
بچھڑ گیا ہے مرا کارواں نہیں ملتا

مٹانے والوں نے کچھ اس طرح مٹایا ہے
کہ قبر کا بھی ہماری نشاں نہیں ملتا

وہ ہم کو چھیڑ کے سنتے ہیں داستانِ فراق
انہیں جو شب کو کوئی قصّہ خواں نہیں ملتا

نہ پوچھو مجھ سے نشیب و فرازِ منزلِ عشق
زمین ملتی ہے تو آسماں نہیں ملتا

اس آستانہ کو سیری جبیں نہیں ملتی!
مری جبین کو وہ آستاں نہیں ملتا

عدم سے آئے تھے دنیا کو سن کے بزمِ سرور
مگر یہاں تو کوئی شادماں نہیں ملتا

ہوا نے اسکو اڑایا کہ برق نے پھونکا
جہاں رکھا تھا وہاں آشیاں نہیں ملتا

کھینچی ہے تصوّر میں تصویر ہم آغوشی
اب ہوش نہ آنے دے مجھ کو مری بیہوشی

پا جانا ہے کھو جانا، کھو جانا ہے پا جانا
بیہوشی ہے ہشیاری، ہشیاری ہے بیہوشی

میں سازِ حقیقت ہوں ہمسازِ حقیقت ہوں
خاموشی ہے گویائی، گویائی ہے خاموشی

اسرارِ محبت کا اظہار ہے ناممکن!
ٹوٹا ہے نہ ٹوٹیگا قفلِ درِ خاموشی

ہر دل میں تجلّی ہے انکے رُخِ روشن کی
خورشید سے حاصل ہے ذرّوں کو ہم آغوشی

جو سنتا ہوں سنتا ہوں میں اپنی خموشی سے
جو کہتی ہے کہتی ہے مجھ سے مری خاموشی

یہ حُسن فروشی کی دُکان ہے یا چلمن!
نظارہ کا نظّارہ، روپوشی کی روپوشی

ہاں خاک کا ذرّہ بھی لغزش سے نہیں خالی
میخانہ دُنیا ہے یا عالمِ بیہوشی

ہاں ہاں مرے عصیاں کا پردہ نہیں کھلنے کا
ہاں ہاں تیری رحمت کا ہے کام خطاپوشی

اس پردے میں پوشیدہ لیلائے دوعالم ہے
بے وجہ نہیں بیدم کعبے کی سیاہ پوشی

شادی و الم سب سے حاصل ہے سبکدوشی
سو ہوش مرے صدقے تجھ پر مری بیہوشی

گم ہونے کو پا جانا کہتے ہیں محبت میں
اور یاد کا کہنا ہے یاں نام فراموشی

کل غیر کے دھوکے میں وہ عید ملے ہم سے
کھولی بھی تو دشمن نے تقدیر ہم آغوشی

وہ قلقلِ مینا میں چرچے مری توبہ کے
اور شیشہ و ساغر کی میخانے میں سرگوشی

ہم رنج بھی پانے پر ممنون ہی ہوتے ہیں
ہم سے تو نہیں ممکن احسان فراموشی

ہوش آتا ہے پھر مجھ کو پھر ہوش مجھے آیا
دنیا نگہِ ساقی اک ساغرِ بیہوشی

کل عرصۂ محشر میں جب عیب کھلیں میرے
رحمت تری پھیلا دے دامانِ خطاپوشی

ملتے ہی نظر تجھ سے مستانہ ہوا بیدم
ساقی تیری آنکھیں ہیں یا ساغرِ بیہوشی

ہے رُخ کا پہلو نشین سہرا
نہ ہو کیوں یہ مہ جبین سہرا

قرآن سعدین سامنے ہے ! — حسین دولہا حسین سہرا
جبین سہرے کو چومتی ہے — کہ چومتا ہے جبین سہرا
ہوا سے لڑیاں لچک رہی ہیں — ہے کس قدر نازنین سہرا
یہ الجھا کہیں گنے سے اسلئے ہے — کہ چوم لے آستین سہرا
چھپا ہے مقنع میں کس ادا سے — بنا ہے پردہ نشین سہرا

نظر میں کھب جائے سب کی بیدم
ہر اک کے ہو دل نشین سہرا

بت خانہ میں کعبہ کی تنویر نظر آئی — بت میں بھی ہمیں تیری تصویر نظر آئی
وابستۂ گیسو کو گیسو کا خیال آیا — جب دُور سے زنداں کی زنجیر نظر آئی
یہ گلشنِ ہستی بھی اک دفترِ رنگین ہے — ہر گل کے ورق پر اک تصویر نظر آئی
جب ان کی نظر بدلی شام اور سحر بدلی — بیزار دعاؤں سے تاثیر نظر آئی

بیدم شبِ فرقت میں مرنے کی دعا مانگی
جب یار کے آنے میں تاخیر نظر آئی

میکشو مشربِ رندانہ مبارک باشد — بیعتِ مرشدِ مے خانہ مبارک باشد
آج ہے عید تری دیدۂ دیدار طلب — یاد ہے زینتِ کاشانہ مبارک باشد
زخمہائے دلِ صد چاک مبارک ہمکو — یار کو غمزۂ ترکانہ مبارک باشد
میکدہ کھلتے ہی رحمت کی گھٹائیں آئیں — گردشِ ساغر و پیمانہ مبارک باشد
پیچ در خم یار کی زلفوں کے لئے راس آئیں — تجھ کو وحشتِ دل دیوانہ مبارک باشد
یا خدا طالبِ اکسیر کو اکسیر ملے — ہم کو خاکِ درِ جانانہ مبارک باشد

آئینہ خانہ بنا عالمِ صورت بیدم
لطفِ نظارۂ جانانہ مبارک باشد

دشمن کی دعا جا کے پھرے باب اثر سے
ہم نے تو جو مانگا ہے ملا ہے اسی در سے

اک سادہ ورق تھی مری امیدوں کی دنیا
رنگیں ہوئی رنگیں نگاہوں کے اثر سے

یہ مقتل عشاق ہے یا تیری گلی ہے
جو آتا ہے آتا ہے کفن باندھ کے سر سے

بربادیٔ گلشن کا پتہ دیتے ہیں مجھ کو
جو تنکے قفس کی طرف آتے ہیں ادھر سے

گنتی ہی کے چن پایا گل عارض جاناں
شرمندہ ہوں کوتاہیٔ داماں نظر سے

جو گیسوئے عارض کے تصور میں نہ گزرے
باز آئے ہم اس شام سے اور ایسی سحر سے

ان سے بھی کچھ آگے ہے تری جلوہ گہ ناز
جو وسعتیں آگے ہیں مری حدِ نظر سے

جو دیر و حرم چھوڑ کے بیٹھے ترے در پہ
ان کو ہے سروکار ادھر سے نہ ادھر سے

رحمت کی گھٹا آج جو گھنگھور اٹھی ہے
یارب یہ مری کشتِ تمنا پہ بھی برسے

حالِ دلِ بیمار بتاؤں گا مسیحا!
فرصت تو ملے مجھ کو ذرا دردِ جگر سے

بہ صورتِ نقشِ کفِ پا بیٹھ گیا ہے
بیدم نہ اٹھا ہے نہ اٹھیگا ترے در سے

غش ہوئے جاتے ہو کیوں طور پہ موسیٰ دیکھو
کیوں نہ دیکھتے اب یار کا جلوہ دیکھو

مجھ سے دیدار کا کرتے تو ہو وعدہ دیکھو
حشر کے روز نہ کرنا کہیں پردہ دیکھو

غش کے آتا ہیں پھر عشق مجھے آیا دیکھو
پھر کوئی روزنِ دیوار سے جھانکا دیکھو

ان کے ملنے کی تمنا میں مٹا جاتا ہوں
نئی دنیا ہے مرے شوق کی دنیا دیکھو

طور پر ہی نہیں نظارۂ جاناں موقوف
دیکھنا ہو تو وہ موجود ہے ہر جا دیکھو

اثرِ نالۂ عاشق نہیں دیکھا تم نے
تھام لو دل کو سنبھل بیٹھو اب اچھا دیکھو

طور مجنوں کی نگاہوں کے بتاتے ہیں ہمیں
اس لیلیٰ میں ہے اک دوسری لیلیٰ دیکھو

پرتو مہر سے معمور ہے ذرہ ذرہ!
ہر میں لیتا ہے ہر اک قطرہ میں دریا دیکھو

دور ہو جائیں جو آنکھوں سے حجابات دوئی
پھر تو دل ہی میں دو عالم کا تماشا دیکھو

سب میں ڈھونڈا انہیں اور کی تو نہ دل میں تلاش — نظر شوق کہاں کہاں ہے دھوکا دیکھو

نہیں تھمتے نہیں تھمتے مرے آنسو بیدم
راز دل ان پہ ہوا جاتا ہے افشا دیکھو

ہے کوچۂ الفت میں وحشت کی فراوانی — جب قیس کو ہوش آیا لیلےٰ ہوئی دیوانی
پیش آئی ہیں آخر جو کچھ کہ تھی پیش آنی — قسمت میں ازل سے ہی لکھی تھی پریشانی
دل اسکو دیا میں نے یہ کس کو دیا میں نے — غفلت سی مری غفلت نادانی سی نادانی
اب نزع کی تکلیفیں برداشت نہیں ہوتیں — تم سامنے آبیٹھو دم نکلے بآسانی
اقلیم محبت کی دنیا ہی نرالی ہے — نادانی ہے دانائی دانائی ہے نادانی
ہو زیست جنھیں پیاری وہ اور کوئی ہونگے — ہم مرکے دکھادینگے مرنے کی اگر ٹھانی
ہشیاری زاہد سے اچھی مری بیہوشی — اس دلق ریائی سے بہتر مری عریانی

کیا دادی غربت میں بچھڑے ہے یہ ہمدم سے
سر پیٹتی پھرتی ہے کیوں بے سروسامانی

میں غش میں ہوں مجھے اتنا نہیں ہوش — تصور ہے ترا یا تو ہم آغوش!
جو نالوں کی کبھی وحشت نے ٹھانی — پکارا ضبط بس خاموش خاموش
کسے ہو امتیاز جلوۂ یار — نہیں تو آپ ہی اپنا نہیں ہوش
اٹھا رکھا ہے اک طوفان تو نے — ائے قطرے ترا اللہ رے جوش
میں ایسی یاد کے قربان ہو جاؤں — کیا جس نے دو عالم کو فراموش
ہے بیگانوں سے خالی خلوت راز — چلے جائیں نہ آپ آئیں مرے ہوش
کرو رند و گناہ مے پرستی — کہ ساقی ہے عطا پاش و خطا پوش
ترے جلوے کو موسےٰ دیکھتے کیا — نقاب اٹھنے سے پہلے اڑ گئے ہوش
کرم بھی اس کا مجھ پہ ہے ستم بھی — کہ پہلو میں ہے ظالم اور روپوش
پیو تو خم کے خم پی جاؤ بیدم — ارے مے نوش ہو تو یا بلا نوش

یہ بت جو کعبۂ دل کو کسی کے ڈھا دینگے
تو روزِ حشر خدا کو جواب کیا دینگے

حضور سب کو قیامت میں بخشوا دینگے
جو کوئی دے نہ سکے گا وہ مصطفےٰ دینگے

وہ دل کے زخم جو دیکھیں گے مسکرا دینگے
چھڑک چھڑک کے نمک بجلیاں گرا دینگے

جناب شیخ کو از بر ہے قصۂ محشر
جناب آکے بیٹھیں گے چھکے مرے چھڑا دینگے

وہ میری قبر کو پامال کر کے مانیں گے
تلے ہوئے ہیں کہ نقشِ وفا مٹا دینگے

نہ لائے ہیں نہ انہیں لائیں چارہ ساز مرے
دلاسے دیدیے کے دردِ جگر بڑھا دینگے

یہ نالے کیا مرے دل کو قرار بخشیں گے
یہ اشک کیا مرے دل کی بجھا دینگے

تجلی رخِ روشن کو دیکھا کیا معلوم
وہ جلوے چشمِ تمنا کو تلملا دیں گے

خدا کرے کہ تمہیں بھی کہیں محبت ہو
تو اضطراب ہے کیا شے یہ ہم بتا دینگے

مٹے ہوؤں سے نشاں یار کا ملے تو ملے
جو آپ گم ہیں وہی دیں تو کچھ پتہ دینگے

اب اس سے کیا ہمیں کعبہ ہو یا کلیسا ہو
جہاں یہ تو نظر آئیگا سر جھکا دینگے

اے مسیح بھی بیدم اٹھا نہیں سکتے
حسین اپنی نظر سے جسے گرا دیں گے

تیری چشمِ مست کا ساقی اثر آنکھوں میں ہے
نشہ تو بھر پور ہے مجھکو مگر آنکھوں میں ہے

آج تک وہ نقشۂ دیوار و در آنکھوں میں ہے
بلبے فیضانِ تصور گھر کا گھر آنکھوں میں ہے

تو جسے تکتا ہے اے تیرِ نظر آنکھوں میں ہے
اب جگر میں کیا ہے کچھ خونِ جگر آنکھوں میں ہے

آج تو اے جوشِ گریہ عیب کی گلکاریاں
خون دامن پہ ہے جگر آنکھوں میں ہے

زلف و رخ میں دیکھتا ہوں جلوۂ لیل و نہار
کچھ سوادِ شام کچھ نورِ سحر آنکھوں میں ہے

یاد ہے ہاں یاد ہے وہ برہمیٔ بزمِ ناز
ہاں ابھی تک وہ قیامت کی سحر آنکھوں میں ہے

ایک خط لیکر گیا ہے کوئے جاناں کی طرف
بہرِ تسکین اک خیالی نامہ بر آنکھوں میں ہے

اب کہاں پہلو میں اے پیکانِ جاناں اب کہاں
کچھ بہا آنکھوں سے کچھ خونِ جگر آنکھوں میں ہے

دیکھ کر دردِ جگر آنکھیں چرا لیں یار نے
ہو نہ ہو کچھ چارۂ دردِ جگر آنکھوں میں ہے

کیوں نہ ہو اب آسماں پر اپنی آنکھوں کا دماغ
جانتے ہو کس کی خاکِ رہگذر آنکھوں میں ہے

واہ ری مشقِ تصور کوئی گھر خالی نہیں
ایک صورت ہے ادھر دل میں، ادھر آنکھوں میں ہے

مل گئیں مارا پھریں بسمل کیا اب بیدم کیا
اللہ اللہ کس قیامت کا اثر آنکھوں میں ہے

ہم دادِ وفا لیں گے وہ دادِ وفا دیں گے
دنیا اسے دیکھیگی، دنیا کو دکھا دیں گے

مانا انہیں پھر مجھ سے احباب ملا دیں گے
کیا بگڑی ہوئی میری قسمت بھی بنا دیں گے

ہے ضبط بڑی دولت اللہ اسے رکھے
ہم چرخ کی بنیادیں آہوں سے ہلا دیں گے

جاں انکی ہے دل ان کا ہم انکے ہیں سب انکا
وہ لیں گے تو کیا لیں گے ہم دینگے تو کیا دینگے

ہاں یونہی یہ ہے قاتل کچھ دیر نمک پاشی
ہاں زخمِ جگر یونہی رس رس کے مزا دیں گے

گر داورِ محشر نے اعمال کی پرسش کی
چپکے سے ہم اس بُت کی تصویر دکھا دینگے

اپنا تو یہ مذہب ہے کعبہ ہو کہ بُت خانہ
جس جا تمہیں دیکھینگے ہم سر کو جھکا دیں گے

جب ہم نہ رہے بیدم تب چارہ گر آئے ہیں
اب کس کو شفا ہوگی اب کس کو دوا دیں گے

کتنا سکون خاص تھا دستِ حسینِ ساز میں
رنگ نمود بھر دیا جلوۂ دل نواز میں

اتنا تو ربط خاص ہو ناز میں اور نیاز میں
دل میں خدنگ ناز ہو دل ہو خدنگ ناز میں

کھل کے کبھی وہ چھپ گئے اپنے حریم ناز میں
چھپ کے کہیں چمک اُٹھے آئینۂ مجاز میں

حضرت عشق کے طفیل ہو گئیں خانہ جنگیاں
برق نظارہ سوز میں چشم نظارہ ساز میں

کار ہے سر اتارنا پیار سے دل کے مارنا
کس کی ادائیں آ گئیں تیغ گلو نواز میں

یہ بھی دکھا دے اے صبا صدقہ کسی نگاہ کا
میری وفا کے پھول ہوں یار کے دستِ ناز میں

اب کوئی کیا اٹھائیگا اب کوئی کیا مٹائیگا
میں ہوں کسی کا نقش پا رہگذر نیاز میں

دیکھ تو اے صبا مرا سجدۂ شوق تو نہیں — آج ہے ایک پائے بوس انکے حریم ناز میں
خنجر ناز کو ہو کیوں اور کسی سے واسطہ — یا وہ مرے گلے پہ ہو یا ترے دستِ ناز میں
یار کے پائے ناز پہ سجدے ہیں اور جبین شوق — میری ہی نماز ہے میں ہوں اسی نماز میں
بیدمؔ خستہ خاک بھی تیری نہ بے ادب رہے
ذرّے نہ اڑ کے جا ملیں گردِ رہِ حجاز میں

نہ نکلے ہیں نکلیں گے تمہارے تیر کے ٹکڑے — رکھو سینہ میں زانو اور نکالو چیر کے ٹکڑے
پئے تسکینِ دل وہ دے گئے ہیں تیر کے ٹکڑے — بحمد اللہ ملے مجھکو مری تقدیر کے ٹکڑے
مرے سینہ میں دل ہی کا پتہ ملتا نہیں مجھ کو — میں اپنے دل کو ڈھونڈوں یا تمہارے تیر کے ٹکڑے
یہ فرمایا جو آئے اپنے وحشی کے جنازے پر — بجائے چادرِ گل ڈال دو زنجیر کے ٹکڑے
مرا قاصد جو لایا ہے جواب اور یہ جواب آیا — کہ لا کر دے دیئے مجھ کو مری تحریر کے ٹکڑے
متاعِ وحشتِ دل لیکے اٹھیں گے قیامت میں — ہمارے ساتھ رکھ دو قبر میں زنجیر کے ٹکڑے
جگر کو کچھ ملے اور دل نے پائے کچھ رگِ جاں نے — ہوئے تقسیم یوں القصہ ان کے تیر کے ٹکڑے
تڑک ہو گئیں کٹتے ہی ساری بیڑیاں میری — کہ مجنوں لینے آیا نجد سے زنجیر کے ٹکڑے
دمِ آخر تیرا دیوانہ تڑپا ہے کہ زنداں میں — پڑے ہیں جا بجا ٹوٹی ہوئی زنجیر کے ٹکڑے
سراپائے شہید کربلا ہے مصحفِ ناطق
ہیں بیدمؔ پارۂ قرآں تنِ شبیر کے ٹکڑے

میں کیا کہوں کہ کیا نگہِ فتنہ گر میں ہے — یہ دیکھتا ہوں حشر بپا رہگذر میں ہے
پھرنا تری نگاہ کا میری نظر میں ہے — ترچھا سا اک زخم ابھی تک جگر میں ہے
شوق خواب نامہ کہ صرف ہے ترا خیال — میرا ہی خط تو ہے جو کفِ نامہ بر میں ہے
دل میں جو تم نہیں ہو تو کس کام کا یہ دل — تم دل میں ہو تو دولتِ کونین گھر میں ہے
اک میں کہ میری شام شبِ انتظار ہے — اک وہ کہ جن کی شام امید سحر میں ہے

اب اس کو تیرِ ناز کہو یا مری قضا
ہے کچھ ضرور جو مرے قلب و جگر میں ہے

اک آپ ہیں کہ آپ کو اپنے سے ہے حجاب
اک جلوہ آپ کا ہے کہ سب کی نظر میں ہے

اپنی نہیں تو کس کی ہیں آئینہ داریاں
جس کی نظر میں تو ہے وہ تیری نظر میں ہے

یا تو تمہارے گیسوئے و رُخ کے ہیں شعبدے
یا تم سا کوئی پردۂ شام و سحر میں ہے

شوریدہ حال تیرے کہاں جائیں کیا کریں
راحت تری گلی میں نہ چین اپنے گھر میں ہے

محوِ خرامِ ناز ذرا دیکھ بھال کر
افتادہ پاشکستہ کوئی رہگذر میں ہے

پردہ تعینات کا آنکھوں سے اٹھ گیا
اب دیر و کعبہ ایک ہماری نظر میں ہے

بیدم تمام رات تڑپتے گذر گئی
یادِ مژہ ہے یا کوئی نشتر جگر میں ہے

اب آدمی کچھ اور ہماری نظر میں ہے
جب سے سنا ہے یار لباسِ بشر میں ہے

اپنا ہی جلوہ ہے جو ہماری نظر میں ہے
اب غیر کون چشمِ حقیقت نگر میں ہے

وہ گنجِ حسن ہے دلِ ویراں میں جلوہ گر
فضلِ خدا سے دولتِ کونین گھر میں ہے

بس اک فروغِ نقشِ کفِ پا کے فیض سے
ہر ذرہ آفتاب تری رہگذر میں ہے

اللہ خیر میرے دلِ بے قرار کی
انداز یاس کا نگہِ نامہ بر میں ہے

خود بینیوں کی آنکھ ملی چشمِ شوق کو
میری نظر بھی آج تمہاری نظر میں ہے

بننے سے پہلے ساغر ٹوٹ جاتے ہیں
کیا محتسب کی خاک کفِ کوزہ گر میں ہے

غربت میں بھی خیالِ وطن ساتھ ساتھ ہے
یہ بھی نہ ہو تو کس کا سہارا سفر میں ہے

اے نوح اپنی کشتیٔ عالم سے ہوشیار
طوفانِ گریہ آج میری چشمِ تر میں ہے

اک ہاں سے دونوں گھر آباد ہیں مرے
دل میں ہے تیر تیر کا پیکاں جگر میں ہے

حیراں ہوں کہ سجدہ کروں تو کدھر کروں
کعبہ میں بھی بتِ کافر نظر میں ہے

ہنستے ہیں میرے گریۂ بے اختیار پر
یہ آپ کی ادا اب زخمِ جگر میں ہے

بیدمؔ یہ جستجو بھی عجب ہے عجب تلاش
نکلے ہیں ڈھونڈنے کو اسے ہم جو گھر میں ہے

اسیری میں اٹھائے لطف باغِ آشنائی کے
رہائی کے تصور میں مزے لوٹے رہائی کے

یہ مانا کچھ نہیں ہم اور کسی قابل نہیں لیکن
وفاؤں سے کٹے بدلے تمہاری بیوفائی کے

جدائی نا بکے آخر کوئی حد بھی جدائی کی
گنے کوئی کہاں تک انگلیوں پر دن جدائی کے

اگر چشمِ حقیقت بیں سے دیکھیں دیکھنے والے
بتوں میں بھی نظر آتے ہیں بس جلوے خدائی کے

حسینوں کا گدا ہوں حسن والوں کا بھکاری ہوں
مری آنکھیں نہیں یہ دونوں کاسے ہیں گدائی کے

کہاں کا شورِ محشر وعدۂ فردا نے چونکایا
ابھی سوئے تھے ہم جاگے ہوئے شامِ جدائی کے

ثبوتِ بندگی اب اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا
نشاں ہیں انکے سنگِ در پہ میری جبہ سائی کے

طلوعِ آفتابِ حشر ہونے ہی کو ہے بیدمؔ
چراغ اب بجھنے والے ہیں مری شامِ جدائی کے

سنبھل سنبھل کے وہ کرتے ہیں وار چتون کے
میں کھائے جاتا ہوں سینہ پہ تیر تن تن کے

کلیم جائیں جو جاتے ہیں طورِ سینا پر
ہمارے دل ہی دل میں جلوے طورِ ایمن کے

میں خاک ہو کے طوافِ چمن پہ مرتا ہوں
مرے بگولے بھی پھرتے ہیں گرد گلشن کے

نکالا جب مجھے صیاد نے گلستاں سے
جلائے برق نے تنکے مرے نشیمن کے

صبا بھی ہے بس اک ساعتِ ہوا خواہی
کہ حق میں تجھ پہ ہمارے چراغ مدفن کے

یہی ہے نذرِ جنوں اور کیا ہو نذرِ جنوں
جو تن باقی ہیں وہ اک تار دامن کے

وہ کہہ رہے ہیں مرا حال دیکھ کر بیدمؔ
کہ ان کی طرح سے بگڑے نہ کوئی یوں بن کے

ہم اپنے طالعِ خفتہ کو جب بیدار دیکھینگے
کہ تجھ کو زیبِ آغوشِ تمنا یار دیکھینگے

جب آنکھیں بند کر لینگے جمالِ یار دیکھینگے
اس آسانی سے ہم یہ منزلِ دشوار دیکھینگے

کسی کے جاتے ہی یہ منظر حسرت فزا ہوگا ـــــ میں گھر کو اور مجھے گھر کے در و دیوار دیکھینگے
کلیم اللہ کو دیکھو ایک ہی جلوہ کے ہو بیٹھے ـــــ اسی پرتے یہ کہتے تھے جمال یار دیکھینگے
مدینہ میں پہنچتے ہی دلِ مضطر پکار اُٹھا ـــــ بڑی سرکار میں پہنچے بڑا دربار دیکھینگے
ہٹا دو انکو بالیں سے کہ میرا دم نکلتا ہے ـــــ وہ گھبرا جائینگے جب میرا حالِ زار دیکھینگے
یہاں تو روز چالوں سے نئے فتنے اٹھاتے ہو ـــــ قیامت میں تمہاری شوخی رفتار دیکھینگے
حرم میں دیر میں لیں غرض یہ ہے جہاں تو ہے ـــــ تجھی کو دیکھنے والے ترے اے یار دیکھینگے
اشاروں پر جو مرنیکے لئے تیار بیٹھے ہیں ـــــ وہ کن آنکھوں سے تیرے ہاتھ میں تلوار دیکھینگے

مری رسوائیاں محشر میں ممکن ہی نہیں بیدم
وہ اپنے نام لیوا کو ذلیل و خوار دیکھیں گے

دنیا کی کچھ خبر تھی نہ عقبیٰ کا ہوش تھا ـــــ کیا جانے کس جہاں میں ترا بادہ نوش تھا
اللہ رے اُس کے قتل کی حشر آفرینیاں ـــــ ہر قطرہ جس کے خون کا طوفان بدوش تھا
اک برق سی چمک گئی آنکھوں کے سامنے ـــــ نظارہ گاہ میں مجھے اتنا ہی ہوش تھا
گو بے کفن تھے لاشۂ آوارگانِ عشق ـــــ لیکن غبارِ دشتِ جنوں پردہ پوش تھا
منصور کا قصور تھا ساقی نے کیا کیا ـــــ پی پی صراحی اس نے جو پیمانہ نوش تھا
آج آیا اُن کے در پہ جبیں سائیوں کے کام ـــــ کل تک جو جسم زار پہ سر بار دوش تھا

کافی ہے یہ پتہ مرا لوحِ مزار پر!
بیدم ترا غلام تھا حلقہ بگوش تھا

دارو ئے دردِ نہاں راحتِ جانی صنمار ـــــ عیسئے مردہ دلاں یوسفِ ثانی صنمار
تیرے صدقے مری جاں تجھ پہ مرا دل قرباں ـــــ وارثِ کون و مکاں فخرِ زمانی صنمار
تیرا ہر جلوہ آئینہ اسرارِ ازل ـــــ تیری صورت میں ہیں انوار معانی صنمار
دل کے داغوں کو کلیجے سے لگا رکھا ہے ـــــ کہ یہی داغ تو ہیں تیری نشانی صنمار

تو ہی جب قصۂ غم سے مرے گھبراتا ہے
پھر سنے کون مرے غم کی کہانی صنماؔ

تا کجا اشک بجھائینگے مرے دل کی لگی
پھونکے دیتا ہے مجھے سوزِ نہانی صنماؔ

وقفِ سجدہ ہے ترے در پہ جبینِ بیدمؔ
قبلۂ دل صنما، کعبۂ جانی صنما

یہاں تو چھپنے والوں کو دوچار دیکھینگے
مگر محشر میں لاکھوں طالبِ دیدار دیکھینگے

تمہارے گھر میں دخلِ غیر بھی سرکار دیکھینگے
جو قسمت دکھائیگی ہمیں لاچار دیکھینگے

ادھر پردہ اٹھا اور اسطرف موسیٰ کو غش آیا
اسی پر رکھ رہے تھے ہم جمالِ یار دیکھیں گے

نویدِ قتل پر جب عید ٹھہری مرنیوالوں کی
ہلالِ عید کیوں دیکھیں تری تلوار دیکھیں گے

ہزاروں سر جھکے ہیں ایک امیدِ شہادت پر
ترے خنجر کو ہم کس کس گلے کا ہار دیکھینگے

رہا یونہی جو وہ محوِ خرامِ ناز تو اک دن
تری پامالیاں چرخِ کہن رفتار دیکھینگے

بہر صورت انہیں ہم دیکھ کر مانیں گے اے بیدمؔ
جو یوں ممکن نہیں سر کر کے نذرِ دار دیکھینگے

رخِ نوشاہ قرآن ہے بسم اللہ کا سہرا
خدا رکھے اچھوتا ہے مرے نوشاہ کا سہرا

اسے جبریلؑ لائے ہیں گندھا کر باغِ رضواں سے
محمد مصطفےٰ طیبہ کے شاہنشاہ کا سہرا

قبائے مصطفےٰ جامہ ہے انوارِ الٰہی کا
جلال اللہ کا مقنع جمال اللہ کا سہرا

بھلی ساعت سے مالن نے اسے نوشہ کے باندھا ہے
خدا کے فضل سے نامِ رسول اللہ کا سہرا

یہ بیدمؔ آج کیسی روشنی پھیلی ہے محفل میں
دولہن دولہا کا سہرا ہے کہ مہر و ماہ کا سہرا

زخمِ جگر بھی کہنے لگا داستانِ شوق
ناوک فگن نے خوب عطا کی زبانِ شوق

میں سن رہا ہوں ختم نہ کر داستانِ شوق
کیا تھک گئی زبان تری قصہ خوانِ عشق

مشتاق دید کا تو دم آنکھوں میں آگیا
سنئے زبانِ حال سے اب داستانِ شوق

اس طرح آج دل پہ گری برقِ آرزو
گویا گرا زمین پہ اک آسمانِ شوق

پتھر کا پہلے اپنا کلیجہ بنایئے
پھر سنئے مجھ سے آپ مری داستانِ شوق
پھونکا ہے کیا نسیم تمنّا نے کان میں
رکھتے نہیں زمیں پہ قدم رہروانِ شوق
مر بھی چکے یہاں جنہیں مرنے کا شوق تھا
اب آئے ہیں حضور پئے امتحانِ شوق
دیکھیں کہاں ہیں آپ نے عالم نمائیاں
ہے ذرّہ ذرّہ خاک کا میری جہانِ شوق
ناحق ابھی سے مرنے کی ٹھانی یہ کیا کیا
بیدؔم تمہارے دم سے ہے نام و نشانِ شوق

دشمن کے پر کترتا ہے میرا بیانِ شوق
مقراض بن کے چلتی ہے گویا زبانِ شوق
کیا ان کا راز ہے یہ مری داستانِ شوق
رکتی ہے کیوں زبان تری قصّہ خوانِ شوق
مایوس پھر رہی ہیں مری نا امیدیاں
اترا ہے آج دل میں مرے کاروانِ شوق
ذرّے بھی میری خاک کے اڑتے ہیں شوق سے
اچھے ستارے لیکے چلا آسمانِ شوق
اے شوقِ دید اسکو منا جیسے بھی ہو سکے
روٹھا ہوا ہے مجھ سے مرا مہمانِ شوق
اے یوسفِ امید مبارک تجھے سفر
لے آ رہا ہے تیری طرف کاروانِ شوق
جب داستانِ شوق نہ کوئی سمجھ سکا
حالِ تباہ میرا بنا ترجمانِ شوق
مشکل بکف چلا ہے مرا داغِ آرزو
بھٹکے نہ راستے میں کہیں کاروانِ شوق
بیدؔم خدنگِ طعنۂ دشمن نہ چل سکا
اسکے اتارنے سے نہ اتری کمانِ شوق

ادا پر تری دل ہے آنے کے قابل
مری جان ہے تجھ پہ جانے کے قابل
انہی کو جُنا چُن کے بجلی نے پھونکا
وہ تنکے جو تھے آشیانے کے قابل
ترے مصحفِ رُخ کو اللہ رکھے
یہ قرآن ہے ایمان لانے کے قابل
ہوا رازِ دل سب پہ ظاہر تو اب کیا
چھپاتے تھے جب تھا چھپانے کے قابل
جبیں مدّتوں سے لئے پھر رہی ہے
جو سجدے ہیں اس آستانے کے قابل
جگہ ہو کہ دل ناوکِ نازِ جاناں
یہ دونوں ہیں تیرے نشانے کے قابل

میں بیدم اسی بات پر مٹ رہا ہوں
کہ وہ مجھ کو سمجھے مٹانے کے قابل

مبارک ساقی مستاں مبارک — فروغ مجلس رنداں مبارک
جبین شوق کے سجدوں پہ سجدے — تجھے سنگ درِ جاناں مبارک
تجلی بجمالِ روئے جاناں — تجھے اے دیدۂ حیراں مبارک
ادائے دلبری و دل نوازی — تجھے اے خسروِ خوباں مبارک
ردائے خواجگی تاج ولایت — تمہیں اے مرشدِ دوراں مبارک
کسی کے زخمہائے دل کو یارب — کسی کی جنبشِ مژگاں مبارک

درِ وارث پہ ہے بیدم کا بستر
تری جنت تجھے رضواں مبارک

اگر کعبہ کا رخ بھی جانب میخانہ ہو جائے — تو پھر سجدہ مری لغزشِ مستانہ ہو جائے
وہی دل ہے جو حسن و عشق کا کاشانہ ہو جائے — وہ سر ہے جو کسی کی تیغ کا نذرانہ ہو جائے
یہ اچھی پردہ داری ہے یہ اچھی رازداری ہے — کہ جو آجائے تمہاری بزم میں دیوانہ ہو جائے
مرا سر کٹ کے مقتل میں گرے قاتل کے قدموں پر — دمِ آخر ادا یوں سجدۂ شکرانہ ہو جائے
تری سرکار میں لایا ہوں ڈالی حسرتِ دل کی — عجب کیا ہے مرا منظور یہ نذرانہ ہو جائے
شبِ فرقت کا جب کچھ طول کم ہونا نہیں ممکن — تو میری زندگی کا مختصر افسانہ ہو جائے
وہ سجدے جن سے برسوں ہم نے کعبہ کو سجایا ہے — جو بتخانے کو مل جائیں تو پھر بت خانہ ہو جائے
کسی کی زلف بکھرے اور بکھر کر دوش پر آ جائے — دلِ صد چاک الجھے اور الجھ کر شانہ ہو جائے
یہاں ہونا نہ ہونا ہے نہ ہونا عین ہونا ہے — جسے ہونا ہو کچھ خاکِ درِ جانانہ ہو جائے
سحر تک سب کا ہے انجام جل کر خاک ہو جانا — بنے محفل میں کوئی شمع یا پروانہ ہو جائے
وہ مے دیدے جو پہلے شبلی و منصور کو دی تھی — تو بیدم بھی نثارِ مرشدِ میخانہ ہو جائے

کہیں محشر میں بھی وہ مائل پردہ نہ ہو جائے
بھری محفل میں چشم آرزو رسوا نہ ہو جائے

چلی ہیں میری آہیں عرش کا پایہ ہلانے کو
کہیں برہم نظام عالم بالا نہ ہو جائے

فریب حسن صورت آفریں کا جال پھیلا ہے
کہیں اے شوق نظارہ تجھے دھوکا نہ ہو جائے

چلا تو ہے دل دیدار جو دیدار کی دھن میں
فروغ حسنِ جاناں حسن کا پردہ نہ ہو جائے

شرر افشانیوں سے آہِ عالم سوز کی ڈر ہے
کہیں برباد حسن و عشق کی دنیا نہ ہو جائے

تجلیٔ جمالِ روئے عالم تاب کے آگے
کہیں یہ دیدۂ مشتاق نابینا نہ ہو جائے

سمجھتے ہو وہ بیدمؔ کیوں نہیں آتے عیادت کو
انہیں ڈر ہے مریضِ غم کہیں اچھا نہ ہو جائے

وہ پردے سے نہیں نکلے تو کیا جانِ حزیں نکلی
یہ کس نے کہدیا حسرت نہیں نکلی نہیں نکلی

مرے دل میں جو آبیٹھی تو پھر دل سے نہیں نکلی
کسی پردہ نشیں کی یاد بھی پردہ نشیں نکلی

لبِ زخمِ جگر سے پھر صدائے آفریں نکلی
کہیں تلوار کھینچے پھر کوئی چیں بجبیں نکلی

کسے لائی انہیں کھینچا کسے کھینچا انہیں کھینچا
نہ کچھ ہونے یہ بھی سب نگاہِ واپسیں نکلی

ہلالِ عید لیتا تھا قدم جھک جھک کے وحشت کے
گریباں سے گلے ملنے جو میری آستیں نکلی

مرادِ جبہہ فرسائی کو چھونے تک نہیں دیتی
انوکھی کیا اچھوتی کوئے جاناں کی زمیں نکلی

بگڑ کر اچھی رہی سودائیوں کی دست وحشت میں
ادھر سے چل دیا دامن ادھر سے آستیں نکلی

تعلق ہی نہیں جب آپکو تو پوچھنا کیا ہے
تمنائے دلِ مضطر کہاں نکلی کہیں نکلی

گلے پر چلتے چلتے دیدیا دامن پہ بھی چھینٹا
چھری کیا میرے قاتل کی بہارِ آستیں نکلی

ستانے میں ستم ڈھاتے ہیں اور مجھکو ہٹاتے ہیں
کہیں بڑھکر فلک کے کوئے جاناں کی زمیں نکلی

ابھی تو آسماں پر تھا دماغ اپنی تمنا کا
زمیں پیروں سے نکلی اسکے منہ سے جب نہیں نکلی

کسی پر مر چکا تھا میں تو پھر یہ کیا تماشا ہے
دوبارہ کس لئے بیدمؔ مری جانِ حزیں نکلی

آنکھوں کی راہ سے مرے دل میں اتر گئی
میرا تو فیصلہ نگہِ ناز کر گئی !

آئی ادھر بہار جوانی ادھر گئی
برباد کرنے آئی برباد کر گئی !

اچھا سلوک کر کے نسیمِ سحر گئی
پھیلا کے بوئے زلف پریشان کر گئی

اس رنگ آفتاب کو دیکھا ہے خواب میں
سجدہ ہوا احرام نمازِ سحر گئی

دل کو سرور و کیفِ محبّت عطا کیا
سب کچھ نگاہِ مرشدِ میخانہ کر گئی

پہلے بھی تیغِ ناز چمکنے میں برق تھی
میرے لہو میں ڈوب کے دونی نکھر گئی

اب شورِ حشر مجھ کو جگائے تو غم نہیں
میں سو گیا لحد میں مری نیند بھی گئی

سنتے چھپے کہ راہِ محبت میں مر گیا
اور سر کے ساتھ ہی خلش دردِ سر گئی

رونے سے تیرے بھانپ لیا سب نے میرا حال
محفل میں آبرو میری اے چشمِ تر گئی

فرماتے ہیں وہ سن کے مری داستانِ غم
چھوڑو اس کا ذکرِ خیر جو گذری گذر گئی

شیرازۂ سکون پریشان ہو گیا
بیدمؔ بیاضِ حسرت و ارماں بکھر گئی

فرقت میں زندگی مجھے اپنی اکھر گئی
اے مرگِ ناگہاں تو کہاں جا کے مر گئی

قسمت کے میری پیچ نکلنا محال ہیں
یہ زلف تو نہیں کہ سنوارا سنور گئی

تو نے کیا تباہ کہ تیری نگاہ نے
تو کام کر گیا کہ نظر کام کر گئی

یہ میرا منہ کہ منہ سے جو نکلا وہی کیا
یہ آپ کی زبان کہ کہہ کر مکر گئی !

موقوف دیر پر ہے نہ کعبہ پہ منحصر
دیکھا کئے انہی کو جہاں تک نظر گئی

ساغر ہے میرے ہاتھ میں اے اہلِ میکدہ
توبہ کو میری دیکھنا توبہ کدھر گئی

خیر آپ تو بخیر رہے گھر رقیب کے
یاں بھی ہمارے دل پہ جو گذری گزر گئی

روزِ حسد ہے رشک کا بازار گرم ہے
دُنیا سے قدردانیٔ اہلِ ہنر گئی

وہ آبدیدہ بیٹھے ہیں بیدمؔ کی لاش پر
اب پانی لیکے آئے ہیں جب پیاس مر گئی

جب سے دل کشمکشِ گیسو و رخسار میں ہے
مومنوں میں ہے شمار اپنا نہ کفار میں ہے

سر میں دل میں جگر و دیدۂ خونبار میں ہے
رازِ الفت مرا اب تک انہی دو چار میں ہے

ایک وہ ہیں کہ ہر اک دل ہے خریدار ان کا
اک مرا دل کہ تمنائے خریدار میں ہے

مر دیا جس نے رہِ عشق میں سر دار ہوا
سچ ہے معراجِ محبت رسن و دار میں ہے

طور ہی پر نہیں موقوف لقائے محبوب
آنکھ والوں کیلئے ہر در و دیوار میں ہے

تشنہ کامانِ شہادت کی بجھا تشنہ لبی
اسی پانی سے جو پانی تری تلوار میں ہے

کاسۂ چشمِ تمنا میں جو چاہے بھر دے
اے شہِ حسن کمی کیا تری سرکار میں ہے

واقعی قیدیٔ زنجیرِ مذاہب ہیں وہ لوگ
جو سمجھتے ہیں خدا سجدہ و زنار میں ہے

یوں تو دل کیا تھا مرے دل کی حقیقت کیا تھی
اب سبھی کچھ ہے یہ جب سے نگہِ یار میں ہے

ناز اٹھاتا ہے کوئی اس جبیں سائی کرکے
آج پیشانیٔ بیدم بڑی سرکار میں ہے

لا نہیں سکتا انہیں شورِ قیامت ہوش میں
سوئے جو اس سایۂ دیوار کے آغوش میں

لیکے خاکِ قیس کو بادِ صبا آغوش میں
جا رہی ہے کوئے لیلیٰ کی طرف کس جوش میں

میرے عصیاں دیکھ کر میری ندامت دیکھ کر
کیسے ممکن ہے تری رحمت نہ آئے جوش میں

کوچۂ زلفِ رسا سے تحفہ لائی نسیم
بیخودی ہشیار لے آتی ہیں اب ہم ہوش میں

ساقیٔ کوثر سنا کے مژدہ لا تقنطوا
جس کو دیکھو منہمک ہے شغلِ نوشانوش میں

دیکھ کر دریا رواں اشکوں کا میری آنکھ سے
لہریں لیتا ہے تبسم اس لبِ خاموش میں

آپ سے بیدم ہی گذرا ساقیا لینا خبر
صورتِ منصور ان کہنی نہ کہدے جوش میں

نکلے ہیں سج کے جلوہ نشینانِ اضطراب
ہر اشک ہے بہارِ گلستانِ اضطراب

جان و جگر ہے تابعِ فرمانِ اضطراب
دنیائے دل ہے عالمِ امکانِ اضطراب

آہستہ چل خدا کیلئے صرصرِ خرام
برباد ہو نہ خاکِ شہیدانِ اضطراب

پہلو میں آجکل مرے دل کا پتہ نہیں — گم ہو گیا ہے یوسفِ کنعانِ اضطراب
دل منزلِ فراق کی تاریک راہ میں — لیکر چلا ہے مشعلِ تابانِ اضطراب
دلمیں ہوائے شوق کے جھونکوں کا زور ہے — دیکھو اڑے نہ گوشۂ دامانِ اضطراب
اے انبساطِ وعدۂ باطل نہ دل سے جا — لے دیکھ ایک تو ہی تو ہے جانِ اضطراب

بیدمؔ کسی کے ابرو مژگاں کی یاد میں
چلتے ہیں دل پہ خنجر و پیکانِ اضطراب

یوں ہر اک جلوہ میں ہے جلوہ نما کی صورت — بندے بندے میں ہے جس طرح خدا کی صورت
اشک کی طرح تری آنکھوں سے گرنیوالے — مل گئے خاک میں نقشِ کفِ پا کی صورت
جیتے جی جسکے تصوّر میں ہوئی عمر تمام — قبر میں بھی وہی آنکھوں میں پھرا کی صورت
اللہ اللہ رے مجبوریٔ بیمارِ الم! — نہ دوا کی کوئی صورت نہ دعا کی صورت
آپ کی چشمِ عنایت کا اشارہ نہ ہوا — دیکھتی رہ گئی تاثیرِ دعا کی صورت

یادِ گیسو نے مرے دل کو ابھارا بیدمؔ
آسماں پہ نظر آئی جو گھٹا کی صورت

کہنے والے اپنی اپنی کہہ گئے — ہم تو ان کا منہ ہی تکتے رہ گئے
حسرتیں ساری ہوئیں پامالِ غم! — لختِ دل اشکوں میں مل کر رہ گئے
یہ ملا عرضِ تمنّا کا جواب — مسکرائے مسکرا کر رہ گئے
آئے تھے داغِ جگر کے سامنے — منہ کی کھا کر آج پھر وہ رہ گئے
مجھ سے پوچھو ان کی خاموشی کا حال — کچھ نہ کہنے پر بھی سب کچھ کہہ گئے

سب گئے بیدمؔ مدینہ کو مگر
ہائے تم اب کے برس بھی رہ گئے

ہے دلِ محزوں مکانِ دردِ دل — اچھی دنیا ہے جہانِ دردِ دل

دل بنا ہے قصہ خوانِ دردِ دل — اب سنو تم داستانِ دردِ دل
ماجرائے دردِ دل سے پوچھئے — دل ہے اپنا ترجمانِ دردِ دل
اُٹھ رہے ہیں بیٹھ کر پہلے سے وہ — ہو رہا ہے امتحانِ دردِ دل
ایک لفظ آہ میں پوشیدہ ہے — سر سے پا تک داستانِ دردِ دل
آگیا پہلو میں وہ رشکِ مسیح — مٹ گیا نام و نشانِ دردِ دل

پھر دلِ بیدم میں ہے دخلِ سکوں
ٹوٹ پڑا ہے آسمانِ دردِ دل

قیس کہئے لیلیٰ میں جب پئے نماز آیا — کعبہ سامنے لے کر عشق سحر ساز آیا
دردِ دل نے چونکایا بیخودی نے چٹکی لی — شوق نے کہا لے دیکھ وہ حریمِ ناز آیا
یونہی مری آنکھوں میں آکے وہ سما جائیں — جیسے ان کی آنکھوں میں شب کو خوابِ ناز آیا
ساتھ لیکے دشمن کو میرے گھر نہ آئیں آپ — ایسی مہربانی سے مہرباں میں باز آیا
ہوش میں ہوئے رخصت عقل نے بھی ساتھ چھوڑا — شوق مجھ کو پہنچانے تا حریمِ ناز آیا
غزنوی کے آتے ہی شور ہو گا محشر میں — بندۂ ایاز آیا بندۂ ایاز آیا
صورتوں کا شیدائی شیخ ہوا طالب — جادۂ حقیقت پر رہروِ مجاز آیا
جب چلا سوئے مقتل شوقِ جاں نثاری میں — دل کے خیر مقدم کو بڑھ کے تیرِ ناز آیا

شکوۂ جور و جفا بیدم اب کریں کس سے
درد دینے والا ہی بن کے چارہ ساز آیا

ہلاکِ تیغِ جفا یا شہیدِ ناز کرے — ترا کرم ہے جسے جیسے سرفراز کرے
ہر ایک ذرّہ ہے عالم کا گوشِ بر آواز — تو پھر کہاں پہ کوئی گفتگوئے راز کرے
تجلیاں جسے گھیرے ہوں تیرے جلوے کی — وہ دیر و کعبہ میں کیا خاک امتیاز کرے
محال ترکِ خیال نجات ہے لیکن — وہ بے نیاز جسے چاہے بے نیاز کرے

مرے کریم جو بے مانگے تجھ سے پاتا ہوں — وہ جا کے کیوں کہیں دستِ طلب دراز کرے
یہ حسن و عشق کا ہے اتحاد یک رنگی — وہی ہے مرضیٔ محمود جو ایاز کرے

بنائے زندہ جاوید یار کہیے بیدم
مرے سر آنکھوں پہ جو کچھ نگاہِ ناز کرے

حال ابتر ہے ہجر میں دل کا — بجھ رہا ہے چراغ محفل کا
داد دے دے کے بیقراری کی — دل بڑھاتے ہیں وہ مرے دل کا
صبر و تسکین لے گئی وہ نگاہ — لُٹ گیا آج قافلہ دل کا
میں وہ کشتی ہوں بحرِ فرقت میں — منہ نہ دیکھا ہو جس نے ساحل کا
سرمۂ چشم نہ فلک ٹھہری — اللہ اللہ یہ مرتبہ گل کا
کس سے پوچھیں کہاں تلاش کریں — کئی دن سے پتہ نہیں دل کا
تابِ نظارہ لائیگا اے قیس — اُٹھ بھی جائے جو پردہ محمل کا
یار تیرے مٹے ہوؤں کے نشاں — کچھ پتہ دے رہے ہیں منزل کا
ناخدا پار کر مرا بیڑا — واسطہ تجھ کو اہلِ ساحل کا
آکے نکلا نہ دل سے تیرِ نظر — یہ بھی ارمان بن گیا دل کا
قیس کے جذبِ دل کی تاثیریں — کھینچے لیتی ہیں پردہ محمل کا
جھوٹوں سُن لے اگر نویدِ بہار — غنچے منہ چوم لیں عنادل کا
میرا کیا پھونکتا ہے برقِ جمال — پھونک دے بڑھ کے پردہ محمل کا

لائی بیدم عدم سے ہستی میں
کیا ٹھکانا ہے وحشتِ دل کا

ہوا ختم ہستی کا میری فسانہ — بدلتا رہے گردشیں اب زمانہ
زمانہ میں ہے یہ بھی کوئی زمانہ — کہ قیدِ نفس اور بے آب و دانہ

ادا ہو نماز اپنی یوں پنجگانہ ! مرا سر ہو اور یار کا آستانہ
دکھائے نہ اللہ پھر وہ زمانہ کہ آگے قفس کے جلے آشیانہ
انہیں کیا ضرورت ہے تیر و کماں کی نظر سے اڑائیں جو دل کا نشانہ
مرے غمکدے میں وہ آئیں تو اک دن لٹا دوں حسرتوں کا خزانہ
خرد نے جہاں مصلحت پر نظر کی لگایا وہیں عشق نے تازیانہ
میں کیوں خواب میں فصلِ گل دیکھتا ہوں پھر آئے گا کیا ہم نشیں وہ زمانہ
ابھی جس کو بجلی جلا کر گئی ہے اسی شاخ پر تھا مرا آشیانہ
حرم میں کبھی اور کبھی بتکدہ میں تجھے ہم نے ڈھونڈا ہے خانہ بخانہ
ہمیں کعبہ و بتکدہ سے غرض کیا سلامت رہے یار کا آستانہ

نہ ہنستے بنے اور نہ روتے ہی بیدم
محبت کا ہے کچھ عجب کارخانہ

نورِ احمدؐ نظرِ احمدؐ مختار کی چادر لختِ جگر حیدرِ کرار کی چادر
ہیں وجد میں حلقہ کئے اقطابِ زمانہ اور سر پہ ہے سر حلقہ ابرار کی چادر
قدسی اسے کیونکر نہ رکھیں اپنے سروں پر ہے پنجتنِ پاک کے دلدار کی چادر
سرکار نوازیں تو نوازش ہے کرم ہے ہم لائے ہیں سرکار میں سرکار کی چادر

جب درِ وارث پہ رسائی ہوئی بیدم
گلہائے سخن گوندھ کے تیار کی چادر

سہارا موجوں کا لے لیکے بڑھ رہا ہوں میں سفینہ جس کا ہے طوفان وہ ناخدا ہوں میں
خود اپنے جلوۂ ہستی کا مبتلا ہوں میں کہ دل سے ٹوٹے ہوئے ساز کی صدا ہوں میں
کچھ آگے عالمِ ہستی سے گونجتا ہوں میں جو تیرے در سے نہ اٹھے وہ نقشِ پا ہوں میں
جہانِ عشق میں گو پیکرِ وفا ہوں میں تری نگاہ میں جب کچھ نہیں تو کیا ہوں میں
تجلیات کی تصویر کھینچ کر دل میں تصورات کی دنیا بسا رہا ہوں میں
جنونِ عشق کی نیرنگیاں ارے توبہ کبھی خدا ہوں کبھی بندۂ خدا ہوں میں

بدلتی رہتی ہے دنیا مرے خیالوں کی — کبھی خدا ہوں کبھی بندۂ خدا ہوں میں
حیات و موت کے جلوے ہیں میری ہستی میں — تغیرات دو عالم کا آئینہ ہوں میں
تری عطا کے تصدق ترے کرم کے نثار — کہ اب تو اپنی نظر میں دوسرا ہوں میں
بقا کی فکر نہ اندیشۂ فنا مجھ کو — تعینات کی حد سے گذر گیا ہوں میں
مجھی کو دیکھ لیں اب تیرے دیکھنے والے — تو آئینہ ہے مرا تیرا آئینہ ہوں میں

میں مٹ گیا ہوں تو پھر کس کا نام ہے بیدم
وہ مل گئے ہیں تو پھر کس کو ڈھونڈتا ہوں میں

بحالِ خستہ و گم کردہ راہے — نگاہِ خرد خوبانِ نگاہے!
سجودِ آرزو شام و پگاہے — بسوئے آستانِ کج کلاہے
برائے تشنہ کامانِ محبت — درِ تو مامن و امید گاہے
قدم از روضہ بیروں خدا را — ہزاروں دیدۂ دل فرش راہے
بہر دم خوبیٔ حسنش فزوں باد — الٰہی تا فروغ مہر و ماہے
بیارد حلقۂ پیرِ خرابات — برد از خواجگی و خانقاہے

شہنشاہِ زمانہ ہست بیدم
گدائے وارث عالم پناہے

سینہ میں دل ہے دل میں داغ داغ میں سوز و سازِ عشق — پردہ بہ پردہ ہے نہاں پردہ نشیں کا رازِ عشق
ناز کبھی نیاز ہے اور نیاز نازِ عشق — ختم ہوا نہ ہوا کبھی سلسلۂ درازِ عشق
عشق ادا نوازِ حسن، حسن کرشمہ سازِ عشق — آج سے ہے کیا ازل سے ہے حسن سے ساز بازِ عشق
اپنی خبر کہاں انہیں جن پہ کھلا ہے رازِ عشق — سارے شعور مٹ گئے جب ہوا امتیازِ عشق
ہوش و خرد بھی الفراق دین و ننگ کہیں — حضرتِ دل کا خیر سے ہے سفرِ حجازِ عشق
پیرِ مغاں کے پائے ناز اور مرا سرِ نیاز — ہوتی ہے میکدہ میں روز اپنی اپنی نمازِ عشق
حسرت و یاس و آرزو شوق کا اقتدا کریں — کشتۂ غم کی لاش پر دھوم سے ہو نمازِ عشق

عشق کی ذات ہی سے ہے خوبیِ حُسن نشانِ عشق ۔ حسن کے دم قدم سے ہے سارا یہ سوز و سازِ عشق
اے دلِ درد مند پھر نالہ ہو کوئی دل گداز ۔ سونی پڑی ہے بزمِ شوق چھیڑ دے اپنا سازِ عشق
ہوش و خرد عدوئے عشق عشق ہے دشمن خودی ۔ ہے نہ ہوا نہ ہو کبھی عقل سے ساز بازِ عشق
بیدمِ خستہ ہے کہاں اصل میں کوئی اور ہے
زمزمۂ شیخ بے خودی نغمہ طرازِ عشق

جو دیتا ہے تو ایسا جام دے پیرِ مغاں مجھکو ۔ کہ پیتے پیتے آجائے سرورِ جاوداں مجھکو
پسند آتا نہیں قصہ کسی قصہ خواں کا مجھکو ۔ سناتا ہے تو میری ہی سنا دے داستاں مجھکو
شبستانِ عدم سے لاکے ڈالا بزمِ ہستی میں ۔ نہیں معلوم لیجائیگی اب وحشت کہاں مجھکو
یہ باتیں کرتے کرتے کیوں زباں رکنے لگی آخر ۔ کھٹکتا ہے ترا پیغامبر طرزِ بیاں مجھ کو
مری دنیا بدل دی جنبشِ ابروئے جاناں نے ۔ زمیں تھا آسماں یاں اب میں ہے آسماں مجھکو
مرا پہلو بدلنا اسکے رنگِ رخ کا اڑ جانا ۔ ڈبو دیگا کسی دن اضطرابِ رازداں مجھکو
اگر تجلی نہیں تو ذرّے روشن کی تجلی ہے ۔ نظر آتا تو ہے پردہ سے کوئی ضوفشاں مجھکو
مرے گریہ نے مجھکو منزلِ مقصود پہنچایا ۔ بہا کر لے گئے ان تک مرے اشکِ رواں مجھکو
زمینِ کوئے جاناں کوئی میدانِ قیامت ہے ۔ کہ ہر ذرّہ میں ہے اک گردشِ ہفت آسماں مجھکو
سکون و صبر نے جس دن سے میرا ساتھ چھوڑا ہے ۔ کہا کرتے ہیں اب وہ یوسف کے کارواں مجھکو
جو اُن کا نام لیتے لیتے میرا دم نکل جائے
تو میری موت ہو بیدمؔ حیاتِ جاوداں مجھکو

وہ گھبرا کے کچھ ایسے آج میرے شورِ شیون سے ۔ کہ جیسے بیٹھے تھے ویسے ہی اٹھے بزمِ دشمن سے
نہیں بچتا نہیں بچتا کوئی اس چشمِ پُرفن سے ۔ فضا بھی رنگ کے چلتی ہے غضب آلودہ چتون سے
جہاں رکھتا ہوں تنکے آشیاں کے پھونک دیتی ہے ۔ تجھے ضد سی ہے اے برق کچھ میرے نشیمن سے
اسی حسرت میں رہتا ہوں یہی ارماں رلاتا ہے ۔ کہ میرے اشک پونچھے کاش کوئی اپنے دامن سے
ترے دیوانے سے خارِ مغیلاں کو یہ الفت ہے ۔ کہ لیتا ہے قدم کوئی کوئی لپٹا دامن سے
مری وحشت کا پہلا روز روزِ عید ہے گویا ۔ کہ ملنے کو بڑھا چاکِ گریباں چاکِ دامن سے

جنوں میں وحشت سے یہ میکا جب میں نام لیتا ہوں
تو کانٹے کس محبت سے لپٹ جاتے ہیں دامن سے

الٰہی میرے رازِ دل کا اب تو ہی نگہباں ہے
کہ جو کہنی نہ تھی وہ بات کہہ گزرا ہوں دشمن سے

خزانہ ہے مرا دل حسرت و یاس و تمنا کا
جسے جو چاہیے لیجائے آ کر میرے خرمن سے

صبا اترے ہوئے پھولوں کو کاندھا دینے آئی ہے
جنازے پر جنازہ اٹھ رہا ہے صحنِ گلشن سے

بحمد اللہ وہی بیدم کے دل میں جلوہ فرما ہے
خجل ہیں چاند سورج دونوں جسکے نورِ روشن سے

لڑکھڑاتا کیوں ہے، آخر بزم میں پیمانہ آج
یاد آ گئی کیا کسی کی لغزشِ مستانہ آج

ان کے آتے ہی ہوئی کیا حالتِ میخانہ آج
شیشہ پر شیشہ گرا پیمانہ پر پیمانہ آج

ٹوٹی زاہد ہی کی توبہ بچ گیا پیمانہ آج
رہ گئی الحمد للہ عزتِ میخانہ آج

مست ہو جانے پہ بھی ساغر نہ چھوٹے ہاتھ سے
تیرے ہاتھوں لاج ہے اے لغزشِ مستانہ آج

ہو نہ ہو میرے ہی سوزِ عشق کا مذکور ہے
شمع سے کچھ کہہ رہا ہے بزم میں پروانہ آج

خونِ دل لختِ جگر حاضر ہیں دعوت کے لئے
قلبِ مضطر کا ہے مہماں جلوۂ جانانہ آج

دل جگر دونوں ہی مشتاقِ شہادت ہیں مرے
اے نگاہِ یار کوئی وار ہو ترکانہ آج

ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ بجھ گئی دل کی لگی!
شمع کے دامن سے لپٹا رہ گیا پروانہ آج

اٹھ گئے بیدم کی آنکھوں سے حجاباتِ دوئی
ایک ہے اسکی نظر میں کعبہ و بتخانہ آج

ہے لیلیٰ زیبِ محمل اور یادِ قیس ہے دل میں
یہ اک لیلیٰ ہے لیلیٰ میں یہ اک محمل ہے محمل میں

نگاہِ ناز کے تیر اس طرح آئے مرے دل میں
کہ جیسے دوڑ کر چھپ جائے لیلیٰ اپنے محمل میں

نگاہِ قیس سے چھپنے پہ بھی اوجھل نہیں لیلیٰ
کہ چشمِ شوق کے پردے پڑے ہیں اسکے محمل میں

اسے مجازِ الفت گر نہیں کہتے تو پھر کیا ہے
کہ لیلیٰ دشت میں پھرتی ہے اور مجنوں ہے محمل میں

ادھر مجنوں یہ کہتا ہے کہ میں نے دشت میں دیکھا
ادھر یہ لطف ہے لیلیٰ رہی محمل کے محمل میں

تصور انکا آنکھوں میں اور آنکھیں بند رہتی ہیں
پڑے ہیں پردے محمل کے اور اک لیلیٰ ہے محمل میں

ہماری لاش پہ اس طرح ہے گہوارہ ہے بیدم
کہ جیسے گم شدہ لیلیٰ کا اک محمل ہو محمل میں

کام میرا کسی تدبیر سے آساں نہ ہوا — جو مرض مجھ کو ہوا قابل درماں نہ ہوا
ان کا محمل میں چھپائے نہ چھپا سوز نہاں — داغ دل میرا چراغ تہ داماں نہ ہوا
اور تو تربت بیکس پہ کوئی نہ تھا روتا — ابر بھی آ کے مری خاک پہ گریاں نہ ہوا
یاں بھی کیا میری نہ فریاد سنے گا کوئی — گھر ہوا آپ کا یہ حشر کا میداں نہ ہوا
سینکڑوں مرنے جلائے گئے بیمار اچھے — آپ سے ایک مرے درد کا درماں نہ ہوا
ایک درد دل بیمار رہا جان کے ساتھ — اور تو کوئی شریک غم ہجراں نہ ہوا

ایک ارمان نکلتا ہے تو سو آتے ہیں
دل عجب گھر ہے کہ بیدم کبھی ویراں نہ ہوا

ہم میکدے سے مر کے بھی باہر نہ جائیں گے — میکش ہماری خاک کے ساغر بنائیں گے
اک کہینگے ہم سے تو ہم سو سنائیں گے — منہ آئیں گے ہمارے تو اب منہ کی کھائینگے
کچھ چارہ ساز ہی ہجر میں نالوں نے کی مری — کچھ اشک میرے دل کی لگی کو بجھائیں گے
وہ ثقل اشک اٹھ نہیں سکتا زمین سے — جس کو حضور اپنی نظر سے گرائیں گے
جھونکے نسیم صبح کے آ آ کے ہجر میں — اک دن چراغ ہستی عاشق بجھائیں گے
صحرا کی گرد ہوگی کفن مجھ غریب کا — اڑ اڑ کر گولے میرا جنازہ اٹھائینگے
اب ٹھان لی ہے دل میں کہ سر جائے یا رہے — جیسے اٹھے گا بار محبت اٹھائیں گے
گردش نے میری چرخ کا چکرا دیا دماغ — نالوں سے اب زمیں کے طبق تھرائینگے

بیدم وہ خوش نہیں ہیں تو اچھا یونہی سہی
ناخوش ہی ہو کے غیر مرا کیا بنائیں گے

یہ خسروی و شوکت شاہانہ مبارک — یہ فقر یہ خدام یہ کاشانہ مبارک
مستوں کو مبارک در میخانہ کے سجدے — میخانہ تجھے گردش پیمانہ مبارک
اے چشم تمنا تری امید بر آئی — اٹھتا ہے نقاب رخ جانانہ مبارک
بلبل کو مبارک ہوائے گل و گلشن — پروانہ کو سوز دل پروانہ مبارک
لو اٹھ گئے سب جلوہ گہ ناز کے پردے — نظارۂ حسن رخ جانانہ مبارک
سرمد کو مبارک ہوں مے صاف کے ساغر — بیدم ہمیں درد تہ پیمانہ مبارک

حضور وارث عالی مقام کی چادر
حبیبِ حضرت خیر الانام کی چادر

ارم سے روضۂ وارث پہ حوریں لاتی ہیں
بنا بنا کے درود و سلام کی چادر

صدائے فاطمۂ زہرہ یہ طشتِ نور میں ہے
کہ حسین علیہ السلام کی چادر

مری بلا کو ہو خورشیدِ حشر کا کھٹکا
کہ میرے سر پہ ہے میرے امام کی چادر

در پہ حاضر ہے آپ کا بیدم
قبول کیجئے مولا غلام کی چادر

اس طرف بھی کرم اے رشکِ مسیحا کرنا
کہ تمہیں آتا ہے بیمار کا اچھا کرنا

بیخود جلوہ سے کہتا ہے یہ جلوہ ان کا
لطف نظارہ اٹھا ہوش سنبھالا کرنا

اے جنوں کیوں لئے جاتا ہے بیاباں میں مجھے
جب تجھے آتا ہے گھر کو مرے صحرا کرنا

جب بجز تیرے کوئی دوسرا ہی نہیں موجود
پھر سمجھ میں نہیں آتا ترا پردہ کرنا

یہی وہ کام ہیں ناکامِ محبت کے لئے
کبھی ان کا کبھی تقدیر کا شکوہ کرنا

ہم بھی دیکھیں ترے آئینۂ رخ کو لیکن
شاق ہے گردِ نظر سے اسے دھندلا کرنا

کوئی جا ہو دیر و حرم ہو کہ صنم خانہ ہو
ہم کو نقشِ قدمِ یار پہ سجدہ کرنا

دیکھنے جا کے لبِ دریا پہ تماشائے حباب
جس کو منظور ہو نظارۂ دنیا کرنا

پردۂ ہستیٔ موہوم ہٹا لو پہلے
پھر جہاں چاہو وہاں یار کو دیکھا کرنا

شکوہ اور شکوۂ محبوبِ الٰہی توبہ
کفر ہے مذہبِ عشاق میں شکوہ کرنا

ایک تم ہو کہ تمہیں بات کا کچھ پاس نہیں
اور اک ہم کہ ہیں منہ سے جو کہا کرنا

وہ مرے اشک کو دامن پہ جگہ دیتے ہیں
یعنی منظور ہے اس قطرے کو دریا کرنا

ایسی آنکھوں کے تصدق مری آنکھیں بیدم
کہ جنہیں آتا ہے اغیار کو اپنا کرنا

یہ ساقی کی کرامت ہے کہ فیضِ مے پرستی ہے
گھٹا کے بھیس میں میخانہ پہ رحمت برستی ہے

یہ جو کچھ دیکھتا ہے تو فریبِ خوابِ ہستی ہے
تخیل کے کرشمے ہیں بلندی ہے نہ پستی ہے

وہاں ہیں ہم جہاں بیدم نہ ویرانہ نہ بستی ہے
نہ پابندی نہ آزادی نہ ہشیاری نہ مستی ہے

تری نظروں پہ چڑھنا اور ترے دل سے اتر جانا
محبت میں بلندی اسکو کہتے ہیں وہ پستی ہے

وہی ہم تھے جو دامن پھولوں میں تلتے تھے
وہی ہم ہیں کہ تربت چار پھولوں کو ترستی ہے

کرشمے ہیں کہ نقاش ازل نیرنگیاں تیری
جہاں میں مائل رنگ فنا ہر نقش ہستی ہے

اسے بھی ناوک جاناں تو اپنے ساتھ لیتا جا
کہ میری آرزو دل سے نکلنے کو ترستی ہے

ہر اک ذرہ میں ہے انی انا اللہ کی صدا ساقی
عجب میکش تھے جنکی خاک میں بھی جوش مستی ہے

خدا رکھے دل پرسوز تیری شعلہ افشانی
کہ تو وہ شمع ہے جو رونق دربار ہستی ہے

مرے دل کے سوا تو نے بھی دیکھا بیکسی میری
کہ آبادی نہ ہو جس میں کوئی ایسی بھی بستی ہے

حجابات تعین مانع دیدار سمجھا تھا
جو دیکھا تو نقاب روئے جاناں میری ہستی ہے

عجب دنیائے حیرت عالم گور غریباں ہے
کہ ویرانہ کا ویرانہ اور بستی کی بستی ہے

کہیں ہے ھذہ کی دھن کہیں شور انا الحق ہے
کہیں اخفائے مستی ہے کہیں اظہار ہستی ہے

بنا یا رشک مہر و ماہ تری ذرہ نوازی نے
نہیں تو کیا ہے بیدم اور کیا بیدم کی ہستی ہے

کیا سنائیں مبتلائے درد دل
کیا سنو گے ماجرائے درد دل

آپ ہی نے درد بخشا ہے مجھے
آپ ہی دیں گے دعائے درد دل

درد دل سے زندگی ہے زندگی
جان صدقے دل فدائے درد دل

انتہائے درد اس کا نام ہے
دل کو ڈھونڈھے اور نہ پائے درد دل

موت کرتی ہے علاج اہل درد
درد دل خود ہے دوائے درد دل

حضرت عیسیٰ یہ ان کا کام ہے
آپ کیا جانیں دوائے درد دل

ہم نے دل سی چیز دیدی آپ کو
آپ کیا دیں گے سوائے درد دل

درد دل گر بانٹنے کی چیز ہو
بانٹ لیں اپنے پرائے درد دل

درد دل پیدا ہوا دل کے لئے
اور دل بیدم برائے درد دل

کون سا گھر ہے کہ اے جاں نہیں کاشانہ ترا
اور جلوہ خانہ ترا

میکدہ تیرا ہے کعبہ ترا بت خانہ ترا
سب ہے جانانہ ترا

تو کسی شکل میں ہو میں تیرا شیدائی ہوں
تیرا سودائی ہوں

تو اگر شمع ہے اے دوست میں پروانہ ترا
یعنی دیوانہ ترا

مجھ کو بھی جام کوئی پیر خرابات ملے
تیری خیرات ملے

تا قیامت یوں ہی جاری رہے پیمانہ ترا
رہے میخانہ ترا

تیرے دروازے پہ حاضر ہے ترے در کا فقیر
اے امیروں کے امیر

مجھ پہ بھی ہو کبھی الطاف کریمانہ ترا
لطف شاہانہ ترا

صدقہ مے خانہ کا ساقی مجھے بیہوشی دے
خود فراموشی دے

یوں تو سب کہتے ہیں بیدم ترا مستانہ ترا
اب ہوں دیوانہ ترا

حشر بھی یونہی جائیگا اے دل بیقرار کیا
یونہی رہینگے تشنہ کام تشنۂ دید یار کیا

مژدۂ فصل گل صبا جاکے رقیب کو سنا
مجھ کو بہار سے غرض میرے لئے بہار کیا

یار کی جلوہ گاہ میں پڑے تو یہ نہ پوچھ
دیکھتی رہ گئی ادھر چشم امیدوار کیا

جامۂ عقل و ہوش تو بند جنون کر چکے
کس سے ہوں تار تار اب کیجئے تار تار کیا

دیر و حرم میں چشم شوق ڈھونڈھ پھری پتہ نہیں
دل نے چھپا کے رکھ لیا نقشۂ رخ یار کیا

اپنی وفا کیا تو ساتھ انکی جفا بھی یاد ہے
روز شمار کے لئے مجھ سا گنہگار کیا

داور حشر بیشمار میرے قصور ہیں تو ہیں
تجھ سے کریم کے لئے مجھ سا گنہگار کیا

بیدم خستہ دل کی روز آنکھیں ہیں ڈھونڈتی تجھے
طور پہ پھر کے کھو گئی برق جمال یار کیا

تیرے خیال میں دل دنیا کو دیکھتا ہے
آئینہ تصور جام جہاں نما ہے

آنکھوں میں جب تم آئے پھر دل ہی دور کیا ہے
اس راستے سے سیدھا کعبہ کا راستہ ہے

اک فقرہ الم ہے میری کتاب ہستی
ہر حرف زندگی کا دیباچۂ فنا ہے

میرا عروج سجدہ پہنچا ہے لامکاں تک
اللہ آسماں پر کس کا یہ نقش پا ہے

اے نامرادی دل ہم کیا یہ دیکھتے ہیں
دست طلب ہمارا منت کش دعا ہے

آتے ہی ایک جھٹکی ٹوٹا طلسم ہستی — بربادئ تعین آباد فنا ہے
تھی میری حسرتوں کی جو اک بہار آخر — مایوسیوں نے اسکو دل سے مٹا دیا ہے
رفتار میں ہے گویا چرخ کو سلیقہ — ان کا ستم ستم ہے ان کی جفا جفا ہے

ارمان ہو کہ ان کا تیر نظر ہو بیدم
جو دل تک آگیا ہے دل ہی کا ہو رہا ہے

بت بھی اس میں رہتے ہیں دل یار کا بھی کاشانہ تھا — ایک طرف کعبے کے جلوے ایک طرف بتخانہ تھا
دلبر ہیں اب دل کے مالک یہ بھی ایک زمانہ تھا — دل والے کہلاتے تھے ہم وہ بھی ایک زمانہ تھا
پھول نہ تھے آرائش تھی اس مست ادا کی آئینہ — ہاتھ میں ڈالی ڈالی کے ایک ہلکا سا پیمانہ تھا
ہوش نہ تھی بیہوشی تھی، بیہوشی میں پھر ہوش کہاں — جو یاد رہی خاموشی تھی جو بھول گئے افسانہ تھا
دل میں وصل کے تشنے ارماں بھی تھے اور ملال فرقت بھی — آبادی کی آبادی اور ویرانے کا ویرانہ تھا
اف رے بار جوش جوانی آنکھ نہ انکی اٹھتی تھی — مستانہ ہر ایک ادا تھی ہر عشوہ مستانہ تھا
شمع کے جلوے بھی تھے یا خواب تھا جلنے والوں کا — صبح جو دیکھا محفل میں پروانہ ہی پروانہ تھا
دیکھ کے وہ تصویر مری کچھ کھوئے ہوئے سے کہتے ہیں — ہاں ہاں یاد تو آتا ہے اس شکل کا اک دیوانہ تھا
غیر کا شکوہ کیونکر رہتا دل میں جب امیدیں تھیں — اپنا پھر بھی اپنا تھا، بیگانہ پھر بیگانہ تھا

بیدم اس انداز سے کل یوں ہم نے کہی اپنی بیتی
ہر ایک نے سمجھا محفل میں یہ میرا ہی افسانہ تھا

محشر کو پامال کرے یا بپا کرے — جو چاہے آپ کی نگہ فتنہ زا کرے
ناصح کی بات مانے کہ دل کا کہا کرے — اب سوچیے کوئی تو کیا نہ کرے اور کیا کرے
کب تک کسی کی کوئی تمنا کیا کرے — گھبرا کے اپنی جان نہ دیدے تو کیا کرے
اس عندلیب کو ہے قیامت کا سامنا — جس کا قفس کے آگے نشیمن کیا کرے
کس کام کی امید ہے ناکام کے لئے — ناکامیوں کو میری کام خدا کرے
جب میرے درد دل کا مداوا نہ ہو سکا — کوئی مسیح ہے تو مجھے کیا ہوا کرے
انکو تو آئے دن نئے دل کی تلاش ہے — کوئی کہاں سے روز نیا دل دیا کرے

جس طرح انکی زلف بڑھے انکے دوش پر
یارب اسی طرح مری وحشت بڑھا کرے

ہیں بیخودی میں ان سے ہم آغوشیاں نصیب
تا حشر مجھکو ہوش نہ آئے خدا کرے

دیکھے جو تجھ کو آئینہ دل میں جلوہ گر
حیرت سے چشم شوق ترا منہ تکا کرے

جلوے بھی سامنے ہیں وہ کافر بھی سامنے
کس کی طرف کو اب کوئی سجدہ ادا کرے

ہستی مری محیط رہے نیستی کے بعد
روشن بقا کا نام مآل فنا کرے

پردے میں ہے جمال تو ہے شور اس قدر
اور بے حجاب ہو تو خدا جانے کیا کرے

دم بھر میں آسمان بنا دے زمین کو
نقش جبیں کی قدر اگر نقش پا کرے

دامان استجاب کی کلیاں کھلی رہیں
یارب وہ ہو قبول جو بیدم دعا کرے

پڑا ہے نوشہ کے رخ پر نقاب سہرے کا
چھپا ہے ابر میں یا آفتاب سہرے کا

ہیں پھول حمد کے نعت رسول کی کلیاں
جواب ہی نہیں اس لاجواب سہرے کا

یہ آج تجھ سے جواں بخت کے ہی سر پہ بندھا
تو اور بڑھ گیا حسن شباب سہرے کا

دولہن حسیں ہے تو نوشہ بھی ہے حسین و جمیل
ہر اک پھول ہوا کامیاب سہرے کا

یہ گندھتے ہی سر نوشاہ پہ بندھا بیدم
نصیب تو کوئی دیکھے جناب سہرے کا

جہاں ہے خیال رخ جاناں کسی کا !
ہے منزل خورشید یہ خانہ کسی کا

بنتا نہیں اس شوخ سے یارانہ کسی کا
سچ تو یہ ہے وہ دوست ہمارا نہ کسی کا

بیجا ہے کم وبیش کی ساقی سے شکایت
مے اتنی ہی دی جتنا تھا پیمانہ کسی کا

لے زاہد اسے پھر کہیں جائیگی ضرورت
جب کعبہ ہے سنگ در جانانہ کسی کا

بے مانگے پلائی ہیں اور خوب پلائی
تا حشر سلامت رہے میخانہ کسی کا

اس طرح وہ سنتے ہیں مرے غم کی کہانی
کہتے ہیں سناؤ ہمیں افسانہ کسی کا

للہ اب اے مرشد میخانہ خبر لے
مستی میں چھلکنے کو ہے پیمانہ کسی کا

تدبیر میں گو جنبش دامان سحر ہے
آتا ہی نہیں ہوش میں مستانہ کسی کا

دیوانہ جو سمجھے اسے دیوانہ ہے بیدم
ہشیار سے ہشیار ہے دیوانہ کسی کا

ترے کمالِ ستم کی یہ یادگار رہے — کہ ہم رہیں نہ ہمارا کہیں مزار رہے
گلِ مراد کھلیں سینہ لالہ زار رہے — مرے چمن میں الٰہی سدا بہار رہے
وہ اضطراب کی دنیا ہے دل خدا رکھے — جہاں قرار بھی آئے تو بیقرار رہے
زمانہ بھر کو قیامت یہ ٹال رکھا ہے — کسے کسے ترے وعدہ کا اعتبار رہے
نرالا ہجر انوکھا وصال ہے اپنا — کہ ہم نہ دیکھ سکے اور وہ ہمکنار رہے
نصیب ہو تو یہ ہے سرفروش کی معراج — کہ پائمال تری راہ میں غبار رہے
یہ کیا ولیس ہیں اور آنکھ دید سے محروم — کہیں بہار کہیں حسرتِ بہار رہے
ہوا ہوں خاکِ چمن اسلئے نسیمِ بہار — کہ پائمال اسی راہ میں غبار رہے
تو پھر وصال کی شب میں مزے مزے نہ رہیں — جو یاد لذتِ شبہائے انتظار رہے
خدا رکھے تجھے تجھ سے ہی کام ہے مجھ کو — کوئی رہے نہ رہے تو خیالِ یار رہے
یہاں نہ ضبط کی طاقت نہ اضطراب کی ہے — جسے قرار رہا ہو وہ بے قرار رہے
بتوں سے دل نہ لگانا ثواب ہے واعظ — مگر اسی کو جسے دل پہ اختیار رہے
یہ کہہ کے چشمِ تمنا سے وہ ہوئے رخصت — یہ انتظار کا گھر ہے تو انتظار رہے
وہ کون ہے وہ مرا بدنصیب دل بیدم — چمن میں رہ کے جو بیگانۂ بہار رہے

وہ چلے جب تک کے دامن میرے دستِ ناتواں سے — اسی دن کا آسرا تھا مجھے مرگِ ناگہاں سے
یہ حجاب نظروایاں بھی مٹا دو درمیاں سے — کہ مقامِ قرب آگئے ہے حدِ دو جہاں سے
مری طرح تھک نہ جائے کہیں حسرتِ فسردہ — کہ لپٹ کے چل رہی ہے وہ غبارِ کارواں سے
مجھے شوق سے تغافل ترا پائمال کر دے — مرا سر اٹھا نہ اٹھے ترے سنگِ آستاں سے
ترے میکدہ کا ساقی ہے بیاں بھی کیف آگیں — کہ ہوا کرے تو اجد مرے ندرتِ بیاں سے
مری بیکسی کا عالم کوئی اس کے جی سے پوچھے — مری طرح لٹ گیا ہو جو بچھڑ کے کارواں سے
جو خیال میں بھی چھوٹے درِ پاک تیرا مجھ سے — تو لپٹ کے رو دئیں سجدے تری سنگِ آستاں سے
تری رہگذر تک اے جاں جو نصیب ہو رسائی — ملوں آنکھیں اپنی نقشِ کفِ پائے ساربان سے
ابھی گونجتی ہیں اب تک مرے کان میں صدائیں — جو سنا تھا زمزمہ اک کبھی سازِ کن فکاں سے

نہ ہو پاس پردہ ان کو یہ کیا پردہ داریاں ہوں
مری دکھ بھری کہانی جو سنے مری زباں سے

مری چشمِ حسرت آگیں یہ خرابیاں نہ دیکھے
جو قفس کو دور رکھ دے کوئی میرے آشیاں سے

مجھے خاک میں ملا کر مری خاک بھی اڑا دے
ترے نام پر مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

اسی خاکِ آستاں میں کسی دن فنا بھی ہوگا
کہ فنا ہوا ہے بیدم اسی خاکِ آستاں سے

خیال ہے کہ انہیں بے نقاب دیکھیں گے
انہیں کھلی ہوئی آنکھوں سے خواب دیکھینگے

نقاب کیسی انہیں بے نقاب دیکھیں گے
نگاہِ شوق کو ہم کامیاب دیکھیں گے

بدل نہ جائے کہیں نظمِ عالمِ ہستی
وہ حالتِ دلِ خانہ خراب دیکھیں گے

تری نظر میں ترے دل میں تیری محفل میں
ہمیں بھی لوگ کبھی باریاب دیکھیں گے

کہاں تک اپنے گریباں کی خیر مانگیں ہم
اسی کو چاک اسی کو خراب دیکھیں گے

انہیں غریبوں کے حالِ خراب سے کیا کام
وہ آکے کیوں مرا حالِ خراب دیکھیں گے

ہم اور رقیب بھی ہونگے آج مقتل میں
وہیں تری نظرِ انتخاب دیکھیں گے

بدل گیا ہے زمانہ جو پھر گئی ہے نظر
کسے خبر تھی کہ یہ انقلاب دیکھیں گے

جو آج پردۂ دیر و حرم میں ہیں روپوش
انہی کو حشر میں کل بے نقاب دیکھیں گے

ستا لے خوب ستا لے ہمیں دلِ مضطر
وہ آگئے تو ترا اضطراب دیکھیں گے

حریمِ ناز میں او چھپ کے بیٹھنے والے
کبھی تو اہلِ نظر بے نقاب دیکھیں گے

یہ لکھ کے نامۂ غم میں تو جان دیتا ہوں
جواب دیکھنے والے جواب دیکھینگے

رہِ طلب میں جو خود مٹ گئے ہیں بیدم
فنا کے بعد بقا کا وہ خواب دیکھیں گے

اُس سنگِ آستاں پہ جبینِ نیاز ہے
واللہ کیا نمانہ ہماری نماز ہے

ہر آئینے کے پردے میں آئینہ ساز ہے
ہر بندے کے لباس میں بندہ نواز ہے

اے ہمنشیں وہ کوچۂ عشقِ مجاز ہے
محمود جس گلی میں غلامِ ایاز ہے

تصویرِ خامشی ہے وہ غنچہ ہے باغ میں
ہر گل مری شگفتگیٔ دل کا راز ہے

وہ خاکِ آستاں ہے تری خاکِ آستاں — جس پر جبینِ شوق کے سجدوں کو ناز ہے
کس کی طرف کو دستِ تمنّا دراز ہو — عالم میں کوئی آپ سا بندہ نواز ہے
پھر دیکھیے ہر جمال میں جلوے جمیل کے — جب یہ کھلا کہ عین حقیقت مجاز ہے
زاہد کو اپنے زہد و عبادت کا ہے غرور — مجھ کو ترے کرم تری رحمت پہ ناز ہے
کحل البصر بنائے نہ کیوں چشمِ غزنوی — خاکِ درِ ایاز میں دنیائے راز ہے

پھر لائے کیا نظر میں سلاطینِ دہر کو
بیدمؔ گدائے وارثِ عالم نواز ہے

موت کی ہچکی آتے ہی رشتۂ دنیا ٹوٹ گیا — روح نے تن سے پائی رہائی قید سے قیدی چھوٹ گیا
جس کے لئے سب ہم سے چھوٹے سب کو ہم نے چھوڑ دیا — واہ رے ناکامیٔ مقدر وہ بھی ہم سے چھوٹ گیا
اشکوں میں رنگینی کیوں ہے اشک میرے رنگین ہیں کیوں — غم سے جگر کا خون ہوا یا دل کا پھپھولا پھوٹ گیا
صبح سے سر کو دھنتا ہوں اور بیٹھے تنکے چنتا ہوں — کیسی اندھیری رات آکر خانۂ دل کو لوٹ گیا

بیدمؔ ان کے جاتے ہی کچھ ایسی حالت زار ہوئی
ضبط کی ہمت ٹوٹ گئی اور صبر کا دامن چھوٹ گیا

جس طرف دیکھتا ہوں جلوۂ جانانہ ہے — اب نظر میں کوئی اپنا ہے نہ بیگانہ ہے
کعبہ کعبہ ہے صنم خانہ صنم خانہ ہے — سنتے ہیں ٹوٹا سا دل منزلِ جانانہ ہے
مدتیں گذریں گریباں کا ہوا کام تمام — لیکن اب تک اسی دھن میں دل دیوانہ ہے
ہائے کیا پوچھتے ہو برہمیٔ بزمِ خیال — اب نہ وہ شمع ہے محفل میں نہ پروانہ ہے
رہے اے ناوکِ جاناں تری دنیا آباد — ہر لبِ زخمِ جگر پر ترا افسانہ ہے

کس شہنشاہِ حسیناں کا گدا ہے بیدمؔ
کہ گدائی میں بھی اک شوکتِ شاہانہ ہے

دشمنوں کے کہنے سننے میں وہ یار آ ہی گیا — ہائے اس آئینے سے دل پہ غبار آ ہی گیا
اس کے کوچے تک مرا مشتِ غبار آ ہی گیا — اڑ کے زیرِ سایۂ دیوارِ یار آ ہی گیا
ہائے کس انداز سے اس نے کیا عہدِ وفا — دل نے کچھ سوچا سمجھا اعتبار آ ہی گیا

کہتے کہتے رُک گیا میں داورِ محشر سے حال ــــ مسکرا کر اس نے جب دیکھا تو پیار آ ہی گیا
اس نے اپنے روئے روشن سے جو سرکا دی نقاب ــــ ایسا کچھ دیکھا کہ دل بے اعتبار آ ہی گیا
آج ساقی نے جو بیدمؔ ہنس کے زلفیں کھول دیں
پھول برساتا ہوا ابرِ بہار آ ہی گیا

بہار جن کے لئے انہیں بہار بسنت ــــ ہماری کیا ہے گوارا ناگوار بسنت
بہار ہے درِ میخانہ کھولدے ساقی ــــ کہ میکدہ میں منائیں گے بادہ خوار بسنت
سدا بہار رہے آستانِ وارث پہ ــــ ہوں ایک سال میں یارب ہزار بار بسنت
زبانِ حال سے کہتی ہوئی بہار آئی ــــ مبارک آپ کو دیوے کے تاجدار بسنت
قبول کیجئے صدقے میں غوث اعظم کے
کہ لیکے آیا ہے بیدمؔ جگر فگار بسنت

ساقی نے جسے چاہا مستانہ بنا ڈالا ــــ جس دل کی طرف تاکا پیمانہ بنا ڈالا
کب جوشِ گریہ نے طوفاں نہ اٹھا ڈالے ــــ کب اشک کے قطرے کو دریا نہ بنا ڈالا
اِک قیس کو لیلیٰ نے مجنوں بنایا تھا ــــ تم نے تو جسے چاہا دیوانہ بنا ڈالا
جب شیفتہ دل ٹوٹا ساقی کے تغافل سے ــــ میخانہ میں یاروں نے پیمانہ بنا ڈالا
اس عشق نے لاکھوں کا پندار خود توڑا ــــ ہوشیار جسے دیکھا دیوانہ بنا ڈالا
ناکامیٔ قسمت کی چھوٹی سی کہانی تھی
تم نے تو اے بیدمؔ افسانہ بنا ڈالا

گلی کو ہم تیری دار الاماں سمجھتے ہیں ــــ یہ وہ زمیں ہے جسے آسماں سمجھتے ہیں
انہیں حرم سے غرض ہے نہ دیر سے کچھ کام ــــ جو اپنا قبلہ ترا آستاں سمجھتے ہیں
مٹائے دیتے ہیں وہ اپنی یادگارِ ستم ــــ مری لحد کو وہ میرا نشاں سمجھتے ہیں
جُدا جُدا ہے اسیرانِ عشق کی فریاد ــــ نہ اُنکی میں نہ وہ میری زباں سمجھتے ہیں
ہمارے ساقی کو کہتے ہیں شیخ اہلِ حرم ــــ جو بادہ نوش ہیں پیرِ مغاں سمجھتے ہیں
ہمیں اسیری و آزادگی برابر ہے ــــ کہ جب قفس کو بھی ہم آشیاں سمجھتے ہیں

دیئے تو ترکِ محبت کے مشورے سب نے
مگر یہ حضرتِ بسمل کہاں سمجھتے ہیں

جام غیروں ہی کو ہر بار عطا ہوتا ہے
ساقیا میں ترے قربان یہ کیا ہوتا ہے

جس جگہ یار کا نقشِ کفِ پا ہوتا ہے
بس وہیں کعبۂ ارباب وفا ہوتا ہے

سجدہ اس سر کا ہے جو تن سے جدا ہوتا ہے
یوں کہیں سجدۂ شکرانہ ادا ہوتا ہے

قطرہ جو بحرِ محبّت میں فنا ہوتا ہے
مٹ مٹا کر گہرِ درجِ بقا ہوتا ہے

بندہ جو مرضئ مولا پہ فدا ہوتا ہے
خسروِ کشورِ تسلیم و رضا ہوتا ہے

الحمد کہ اس کوچے کی زمیں خاک ہوا
ذرّہ جس کوچے کا خورشید بنا ہوتا ہے

موت ہی سے ہو علاجِ دلِ بیمار تو ہو
ان دواؤں سے تو درد اور سوا ہوتا ہے

کشتیاں سب کی کنارے پہ پہنچ جاتی ہیں
ناخدا جن کا نہیں ان کا خدا ہوتا ہے

زاہد ہوتی ہے یہاں ترکِ خودی کی تعلیم
میکدہ مدرسۂ اہلِ رضا ہوتا ہے

ان کو ہم چھیڑ کے دشنام شنا کرتے ہیں
گالیوں میں بھی محبت کا مزا ہوتا ہے

سر پہ لیتے ہیں قدم خارِ مغیلاں بڑھ کر
دشت پیما جو کوئی آبلہ پا ہوتا ہے

طائرِ سدرہ بھی ہے انکی اداؤں کا شکار
ناوکِ ناز کہیں ان کا خطا ہوتا ہے

خم لگا دے مرے منہ سے ترے میخانہ کی خیر
ایک دو جام میں ساقی مزا کیا ہوتا ہے

ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد بیدمؔ
قطرہ دریا ہے جو دریا میں فنا ہوتا ہے

ہاں یاد ہے وہ موسمِ دیوانہ گر مجھے
ہاں یاد ہے وہ آپ کی پہلی نظر مجھے

فکرِ بہار ہے نہ خزاں کا خطر مجھے
گلچیں نے توڑا کھلنے سے پہلے ہی پیشتر مجھے

ہر جا دکھائی دیتا ہے وہ جلوہ گر مجھے
کیا کیا فریب دیتی ہے میری نظر مجھے

قسمت سے مل گئی ہے تری رہگذر مجھے
ہاں ہاں خرامِ ناز سے پامال کر مجھے

سمجھا ہے کوئی پردہ کوئی پردہ در مجھے
پہچانتی ہے چشمِ حقیقت نگر مجھے

ہنستے تھے وصل میں در و دیوار میرے ساتھ
یاد آرہے ہیں دیکھ کے دیوار و در مجھے

حسرت بھری نگاہوں کی اللہ رے بے بسی
میں چارہ گر کو دیکھتا ہوں چارہ گر مجھے

محشر میں کون دے تری جور و ستم کی داد
لا اب ہجوم حشر سے لا ڈھونڈ کر مجھے

ہے بوالہوس مذاق طبیعت جدا جدا
آساں جو تجھ کو ہے وہی دشوار تر مجھے

گم کردہ راہ ہوں میں جہت آشنا نہیں
لیکر چلے ہیں خضر نہ جانے کدھر مجھے

نیرنگ حسن یار نے دیوانہ کر دیا
ہوش بہار ہے نہ خزاں کی خبر مجھے

اب منحصر ہے تیرے سہارے پہ زندگی
تنہا نہ چھوڑ ہجر میں دردِ جگر مجھے

اوجھل ہے شام ہی سے رخ یار نزع میں
کیا دیکھنی نصیب نہ ہوگی سحر مجھے

اب دیکھتا ہے کیا مری تربت کو بار بار
پامال کرنے آیا ہے پامال کر مجھے

بیدم میں ایک سازِ حقیقت طراز ہوں
باور نہ ہو تو دیکھ ذرا چھیڑ کر مجھے

اٹھتا ہوا ہستی کا پردہ نظر آتا ہے
اب جلوہ حقیقت میں جلوہ نظر آتا ہے

ہر قطرے میں دریا کی موجیں نظر آتی ہیں
ہر بندے کی صورت میں مولا نظر آتا ہے

اس صورت ظاہر کے نقشے کو مٹا پہلے
پھر دیکھ تجھے تجھ میں کیا کیا نظر آتا ہے

کیا کوئی کسی پہ اب دیوانہ نہیں ہوتا
سنسان جو مدت سے صحرا نظر آتا ہے

کیا پوچھتے ہو ان کے جلوے کی فراوانی
ہم دیکھ نہیں سکتے اتنا نظر آتا ہے

ان کے رخ روشن کو جس روز سے دیکھا ہے
خورشید بھی بیدم کو ذرہ نظر آتا ہے

گل کا کیا جو چاک گریباں بہار نے
دستِ جنوں لگے مرے کپڑے اتارنے

چھوڑا کہیں نہ مجھ کو نسیم بہار نے
کنج قفس میں بھی مجھے آئی ابھارنے

اب دل کی لاج مشقِ تصور کے ہاتھ ہے
شیشہ میں اس پری کو چلا ہے اتارنے

ساقی تو ساقی بادہ پرستوں کے پاؤں پر
سجدے کرائے لغزش مستانہ وار نے

اب تو نظر میں دولتِ کونین ہیچ ہے
جب تجھ کو پا لیا دل امیدوار نے

چشم اداشناس نے حیران کر دیا
حسن اپنا ذرہ ذرہ میں دکھلا کے یار نے

بیدمؔ تمہاری آنکھیں ہیں کیا عرش کا چراغ
روشن کیا ہے نقشِ کفِ پائے یار نے

مجھے شکوہ نہیں آباد رکھو برباد رہنے دے
مگر للہ مرے دل میں اپنی یاد رہنے دے

قفس میں قید رکھ یا قید سے آزاد رہنے دے
بہر صورت چمن ہی میں مجھے صیاد رہنے دے

مرے ناشاد رہنے سے اگر تجھکو مسرت ہے
تو میں ناشاد ہی اچھا مجھے ناشاد رہنے دے

تیری شانِ تغافل پر مری بربادیاں صدقے
جو برباد تمنا ہو اُسے برباد رہنے دے

تجھے جتنے ستم آتے ہیں مجھ پر ختم کر دینا
نہ کوئی ظلم رہ جائے نہ اب بیداد رہنے دے

نہ صحرا میں دل بہلتا ہے نہ کوئے یار میں ٹھہرے
کہیں تو چین سے مجھ کو دلِ ناشاد رہنے دے

کچھ اپنی گذری ہی بیدمؔ بھی معلوم ہوتی ہے
مری بیتی سنائے جا قصۂ فرہاد رہنے دے

مجھے جلووں کی اُسکے تمیز ہو کیا مرے ہوش و حواس بجا ہی نہیں
ہے بیخبری کہ خبر ہی نہیں وہ نقاب اٹھا کہ اٹھا ہی نہیں

مرے حال پہ چھوڑ طبیب مجھے کہ عذاب ہے اب میری زیست مجھے
میرا مرنا ہی میرے لئے ہے شفا مرے درد کی کوئی دوا نہیں

اُسے ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے کھو گئے ہم یہ ہوا کیا اور کیا ہو گئے ہم
ہمیں پہروں تک اپنی ہی خبر نہیں ہمیں کوسوں تک اپنا پتہ ہی نہیں

مرا حال خراب سنا تو کہا کہ وہ سامنے میرے آئے نہ کبھی
مجھے مرتا جو دیکھا تو ہنس کے کہا کہ یہ شیوۂ اہلِ وفا ہی نہیں

جہاں کوئی ستم ایجاد کیا مجھے کہہ کے فلک نے یہ یاد کیا
کہ بس ایک دل بیدمؔ کے سوا کوئی قابلِ مشقِ جفا ہی نہیں

بہار آتے ہی لائیں رنگ ٹھنڈی گرمیاں میری
پڑی ہے جا بجا گلشن میں خاکِ آشیاں میری

چلے تو ہو بڑی ہمت سے سننے داستاں میری
سنی جائینگی تم سے مہرباں بربادیاں میری

عبث نالے مرے بیکار فریاد و فغاں میری
سمجھتا ہی نہیں صیاد قسمت ہے زباں میری

پسند آیا ہے مجھکو اسلئے غربت میں مر جانا
کہ میرے بعد ہو میرے وطن میں داستاں میری

نفس کی آمد و شد لیکے پہنچی قصرِ جاناں تک
یہ بامِ یار کا زینہ تھا یا تھیں ہچکیاں میری

نہ پوچھ اے ہمنشیں کچھ مجھ سے شرحِ چاکدامانی
کہ ہر اک صفحۂ گل پر لکھی ہے داستاں میری

وہ باتیں یاد آتی ہیں وہ راتیں یاد آتی ہیں — مجھی سے جب کہا کرتا تھا کوئی داستاں میری
گلوں نے نقشہ میری داستاں کا کھینچا ہے — اڑا کر لے گئی ہیں بجلیاں بیتابیاں میری
وہ آئے بھی تو میرے گھر عدو کو ڈھونڈنے آئے — کھلی ہے آج یوں قسمت بنصیب دشمناں میری
یہ آندھی کیا اڑائے گی یہ بجلی کیا جلائے گی — بہت اونچی بہت اونچی ہے شاخِ آشیاں میری
وفاؤں کو مری پامال وہ کرتے ہیں کرنے دو
مرے بعد ان کو یاد آئینگی بیدم خوبیاں میری

نہ دشت نہ کلیسا سے کام ہمیں نہ دیر نہ بیت حرم سے غرض — کہ ازل سے ہمارے سجدوں کو رہی تیرے نقشِ قدم سے غرض
جو تو مہر ہے تو ذرہ ہم ہیں تو بحر ہے تو قطرہ ہم ہیں — تو صورت ہے آئینہ ہم ہیں تجھ سے غرض تجھے ہم سے غرض
نہ نشاطِ وصال نہ ہجر کا غم نہ خیال بہار نہ خوف خزاں — نہ سقر کا خطرہ ہے نہ شوقِ ارم نہ ستم سے حذر نہ کرم سے غرض
رکھا کوچۂ عشق میں جس نے قدم حضرت عشق کا جس پہ کرم
اُسے آپ سے بھی سروکار نہیں جو غرض ہے تو اپنے صنم سے غرض
تری یاد ہے اور دلِ بیدم ہے تیرا درد ہے اور دلِ بیدم ہو
بیدم کو ہے تیرے دم سے غرض تیرے غم کو ہے بیدم سے غرض!

دردِ دل اٹھا ہے محفل میں بٹھانے کے لئے — اشک آئے ہیں لگی دل کی بجھانے کے لئے
بابِ رحمت ہے درِ وارث زمانے کے لئے — ہم بھی آ بیٹھے ہیں قسمت آزمانے کے لئے
بعد میرے میرا حالِ دل بنے گا داستاں — ذکر میرا ہوگا افسانہ زمانے کے لئے
جب مرے دردِ نہاں کا کر نہیں سکتے علاج — پھر وہ عیسیٰ ہیں تو عیسیٰ ہوں زمانے کے لئے
وہ جبیں نے نذرِ سنگِ آستانہ کر دیئے — جن کے رکھے تھے جو سجدے آستانے کے لئے
میرے سجدے میں یہ دعویٰ ہے جبینِ شوق کا! — آستاں میرے لئے ہیں آستانے کے لئے
گردشِ قسمت رہیگی میرے دامنگیر حال — آندھیاں اٹھیں گی میری خاک اڑانے کیلئے
آشیانے میں قفس کا ذکر تھا سوہانِ روح — اب قفس میں ذکر ہو تو کیوں آشیانے کے لئے
بیدلی کا غم نہ بیدم اپنے مرنے کا خیال
دل تھا آنے کیلئے اور جانے کے لئے

چھڑا پہلے پہل جب سازِ ہستی ! | تو ہر پردے نے دی آوازِ ہستی
خیالِ یار تیرے صدقے جاؤں | ترے دم سے ہے سوز و سازِ ہستی
میں مرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں! | میرا انجام ہے آغازِ ہستی
سکونِ کائنات دل بقا ہے | اجل اک جنبشِ پروازِ ہستی
مری خاکِ لحد کا ذرّہ ذرّہ
ہے بیادم مخزنِ صد رازِ ہستی

مرا وقار، یہ وقتِ وداعِ جاں ہوتا | کہ سر بہ تکیہ تیرا سنگِ آستاں ہوتا
ہر اک نگاہ سے جلوہ کوئی عیاں ہوتا | مکیں ہی جو نہ ہوتا تو کیوں مکاں ہوتا
رُخِ نگاہِ حقیقت، اگر عیاں ہوتا | نہ میں نہ تو یہ ہنگامۂ جہاں ہوتا
قفس کو دور مرے آشیاں سے رکھنا تھا | کہ میرے آگے نہ برباد آشیاں ہوتا
وہ بے نقاب کبھی سامنے جو آجاتے | تو بیخودی مجھے بتلا کہ میں کہاں ہوتا
بہارِ غنچہ و گل دیکھنے چلے آئے | اگر چمن میں ٹھہرتے تو آشیاں ہوتا
جبینِ شوق کے سجدے نہ منتشر ہوتے | اگر نصیب ترا سنگِ آستاں ہوتا
تمہیں نہ چاہتے گر میری خانہ بربادی | مجال تھی کہ مرا دشمن آسماں ہوتا
جہاں سے جاتا نظارۂ چمن کرتا | ہر اک شاخ پہ میرا ہی آشیاں ہوتا
میں ساری عمر اٹھاتا جبینِ شوق کے ناز | جو ایک سجدہ بھی قبولِ آستاں ہوتا
اٹھے حجابِ تعین تو کیا اٹھے بیدم
مزا تو جب تھا کہ تو بھی نہ درمیاں ہوتا

جب نیازِ عشق تھا اب ناز ہے | یہ مرے انجام کا آغاز ہے
تیری الفت شعبدہ پرداز ہے | آرزو گر ہے تمنّا ساز ہے
پھر حدیثِ عشق کا آغاز ہے | آج پھر گویا زبانِ راز ہے
گنجِ اسرارِ ازل ہے باغِ دہر | پتّہ پتّہ دفترِ صد راز ہے
جان دیدی ان پہ اور زندہ رہے | اپنے مرنے کا نیا انداز ہے

ہوشیار اے ناوک افگن ہوشیار — طائرِ جاں مائل پرواز ہے
رخصت اے عقل و خرد ہوش — شوق وصلِ یار کا آغاز ہے
میرے نالے سن کے فرماتے ہیں وہ — یہ اسی کی دکھ بھری آواز ہے
جس کو سب سمجھے ہیں دشتِ کربلا — وہ تو میدانِ نیاز و ناز ہے
ذرے ذرے میں عیاں ہو نکلے بعد — آجتک رازِ حقیقت راز ہے

آپ جا پہنچیں مجمعِ عشاق میں!
ان میں بیدمؔ سا کوئی جاں باز ہے!

نازِ والے اب تجھے کیوں ناز ہے — آہ درِ چشمِ تمنا باز ہے
عشق مونس عشق ہی دمساز ہے — عشق میری زندگی کا راز ہے
اس کو مجھ پر مجھ کو اس پر ناز ہے — بھید میں اس کا وہ میرا راز ہے
دیکھ اور چشمِ حقیقت بیں سے دیکھ — لیکن اب بھی حسرتِ پرواز ہے
مرغِ دل بسمل پڑا ہے خاک میں — ذرہ ذرہ جلوہ گاہِ ناز ہے
ان کے آنے سے ہوا دل کو قرار — یا سکونِ مرگ کا آغاز ہے
آدمی کیا ہے جہانِ آرزو — اس کا دل کیا ہے طلسمِ راز ہے
اے دلِ محزوں خدا رکھے تجھے — تو جہاں راز جانِ راز ہے

ہے عبث جرمِ انا منصورؒ پر!
یہ تو بیدمؔ درد کی آواز ہے

ہر طرف ساغر بکف ہیں میگسارانِ بہار — اللہ اللہ آج تو ہے عامِ فیضانِ بہار
چاندنی میں سونیوالوں کو جگانے کے لئے — لا نسیمِ صبح لا بوئے گلستانِ بہار
چند روزہ دیدِ گل پر شاد ہے کیا عندلیب — ایک دن دستِ خزاں لوٹیگا سامانِ بہار
غازۂ رخسارِ دل خاکسترِ بلبل ہوئی — اور بنا رنگِ چمن خونِ شہیدانِ بہار
سارا عالم مست ہے ساقی کی چشمِ مست سے — ایک بیدمؔ ہی رہا ناکام دورانِ بہار

یاد آتا ہے کہ جب تو زینتِ آغوش تھا
محوِ نظارہ تھے ہم دل بے نیازِ ہوش تھا

رنگ لائیں قیس کی عریانیاں بعد فنا
یعنی اسکی خاک کا جو ذرّہ تھا گل پوش تھا

اللہ اللہ وسعتِ ظرف قدح نوشانِ عشق
گویا دریا دل تھا ان میں کوئی دریا نوش تھا

تشنہ کامِ آرزو اللہ رے محرومی تری
تیرے پہلو ہی میں دریا تھا مگر خس پوش تھا

نازبردارِ عشق نیاز تھا حسن حبیب
سجدے تھے اور نقش پائے آغوش تھا

عارضِ خورشید کی جائیں شعاعیں بن گئیں
یار اپنے ہی حجابِ حسن میں روپوش تھا

حشر کا میدان تھا بیدم افزائے کوئے دوست
سر بکف کوئی تھا اور کوئی کفن بردوش تھا

برہمن مجھ کو بنانا نہ مسلمان کرنا
میرے ساقی مجھے مستِ مے عرفاں کرنا

داغ دل سینے میں آہوں سے نمایاں کرنا
ہم سے سیکھے شبِ غم کوئی چراغاں کرنا

حرم و دیر میں جا جا کے چراغاں کرنا
جستجو تیری ہیں تا حد امکاں کرنا

دل کے جلانے کا وحشت میں نہ ساماں کرنا
چشم خونبار سے دامن کو گلستاں کرنا

ہوس سیرِ گلستاں نے قفس دکھلایا
اب اسیرو نہ کبھی قصدِ گلستاں کرنا

اہل بیدار کہ جب نام پکارے جائیں
تم نہ گھبرا کے سر حشر کہیں ہاں کرنا

نہ کبھی میں نے کہا تھا کہ مجھے درد ملے
نہ کہوں گا کہ مرے درد کا درماں کرنا

ان کے دیوانوں کی اعجاز نگاہی دیکھو
آنکھ اٹھانا کہ گلستاں کو بیاباں کرنا

ان کے دیوانوں کو سر پھوڑ کے دیواروں سے
آج منظور ہے آزمایش زنداں کرنا

شیخ کو کعبہ مبارک ہو برہمن کو کنشت
ہم کو سجدہ طرفِ جاناں کو جبہ کرنا

اے صبا تجھ کو اسی زلفِ پریشاں کی قسم
میرا شیرازہ ہستی بھی پریشاں کرنا

داغ دل پردے میں رہ جائے نہ دست
چاک کچھ اور بھی پیرا گریباں کرنا

لا کے پھر مصر کو اے عشق کسی یوسف کو
پھر نئے رنگ سے بیدم آرائش زنداں کرنا

دشت غربت میں ترے خاک نشیں اچھے ہیں
چاہیے اور انہیں بے سر و ساماں کرنا

ذوقِ سجدہ تجھے سنگِ درِ جاناں کی قسم / ہوش کا مجھ کو نہ شرمندۂ احساں کرنا
اُٹھ رہے ہیں میری نظروں سے دوئی کے پردے / کچھ مدد اور خیالِ رُخِ جاناں کرنا
بن گئے حیرتِ نظارہ کی صورت بیدم
راس آیا نہ ہمیں دید کا ارماں کرنا

سرکار پہ ہونے کو ہیں قربان ہزاروں / پھرتے ہیں ہتھیلی پہ لئے جان ہزاروں
اٹھتے ہیں تو نقابِ رُخِ لیلائے مدینہ / ہوتے ہیں چاک ابھی گریبان ہزاروں
خاکِ دلِ وحشی ہے کہ دنیائے جنوں ہے / ہر ذرے میں پنہاں ہیں بیابان ہزاروں
کیا پوچھتے ہو کثرتِ گریہ کی کہانی / آئے ہیں شبِ ہجر میں طوفان ہزاروں
للہ نہ ہٹاؤ رُخِ پُرنور سے گیسو / کھو بیٹھیں گے ایمان مسلمان ہزاروں
لذت طلبی زخمِ جگر کی نہیں جاتی / خالی ہوئے جاتے ہیں نمکدان ہزاروں
بے پردہ تیری پردہ نشین دید سے منظور / پھرتے ہیں کئی چاک گریبان ہزاروں
ہاں ہاں اسی در کا مرے ماتھے پہ نشاں ہے / کرتے ہیں جہاں سجدے مسلمان ہزاروں
قسمت سے جو حسرت کوئی نکلی بھی تو بیدم
پیدا ہوئے دل میں وہیں ارمان ہزاروں

یاد نے تیری کیا مجھ سے فراموش مجھے / اب تو ڈھونڈھے سے بھی پائیں نہ مرے ہوش مجھے
ہر لبِ زخم سے دیتا ہوں دعائیں ان کو / پھر بھی کہتے ہیں وہ احسان فراموش مجھے
اس طرف تیرا نقاب رُخ روشن ہونا / اور ادھر جلوے ترے کر گئے بیہوش مجھے
جیسے دریا میں ہیں ہم دست و گریباں موجیں / یونہی اب پاتے ہیں سب تجھ سے ہم آغوش مجھے
ہچکیاں آئیں دمِ نزع تو میں یہ سمجھا / یاد کرتا ہے وہی دیدہ فراموش مجھے
وقتِ آخر ہے چلے آؤ زیارت کر لوں / پھر خدا جانے رہے یا نہ رہے ہوش مجھے
اللہ اللہ رے مرا شوقِ شہادت بیدم
ان کی سرکار میں لایا ہے کفن پوش مجھے

بتا ہی دیں تجھے زاہد کہاں سے آتے ہیں / جھکے ہوئے درِ پیرِ مغاں سے آتے ہیں

درائے پردہ ہفت آسماں سے آتے ہیں
پیام وہ جو تمہاری سازجاں سے آتے ہیں

حریم پردہ دل بھی نہیں ہے محرم راز
یہ نغمہ ہائے طرب سازجاں سے آتے ہیں

زباں سے نام نہ لوں جانتا ہوں میں لیکن
یہ تیر میری طرف جس کماں سے آتے ہیں

ملا کے خاک میں کرتے ہیں خاک بھی برباد
بھلا وہ باز کہیں امتحاں سے آتے ہیں

ہر اک قدم پہ ہے صد گونہ احتیاط کا رنگ
حضور خیر تو ہے یوں کہاں سے آتے ہیں

بھلا ہو وحشتِ دل کا کہیں قرار نہیں!
ہم اپنے گھر میں بھی اب میہماں سے آتے ہیں

ہے جن کا ورد کہ ناغہ نہ ہو صبوحی بھی
وہ سوئے میکدہ پہلے اذان سے آتے ہیں

کھڑے ہیں شیخ مصلّا پہ بہر استقبال
یا آج حضرت بیدم کہاں سے آتے ہیں

نہ جانے میری لحد پر کہاں سے آتے ہیں
نظر خدائی کے جادے جہاں سے آتے ہیں

ہمارے بعد ہوئی ختم گرم بازاری
وہ آج یوسف بے کارواں سے آتے ہیں

قسم خدا کی ہم اس آستاں سے آتے ہیں
کہ جب وہ آتے ہیں دامن کشاں سے آتے ہیں

ہزار مرہم ناسور دل فدا ان پر
خدنگ ناز جو پیر مغاں سے آتے ہیں

وہ بادہ نوش جو پھرتے ہیں تشنہ کام کبھی
لگا کے توسن پہ جو پیر مغاں سے آتے ہیں

کھلی ہے ہم پہ حقیقت قیود ہستی کی!
قفس بھی ان کو نظر آشیاں سے آتے ہیں

زمانہ بھر میں ٹھکانا نہیں کہیں ان کا
جو یار اٹھ کے ترے آستاں سے آتے ہیں

نہ بخت جاؤں پہ جو پھر کھلیں حضور ان کے
جبینِ تیغ پہ بل امتحاں سے آتے ہیں

یہ کوئے میکدہ آئے شیخ اور ریش دراز
کہاں کا عزم ہے حضرت کہاں سے آئے ہیں

کہی یہ خوب کہ پلٹو گے کب تلک بیدم
گئے تو زندہ ہم اس آستاں سے آتے ہیں

اللہ اللہ عروج حسن مجاز
سر محمود نقش پائے ایاز

ہو تو اس طرح سے ہو اپنی نماز
کہ ترا در ہو اور جبینِ نیاز

آہ! وہ دل ہی دل میں راز و نیاز
آہ! وہ آہ آہ کی آواز!

اپنے مرنے کا کر لیا سامان — دشمنِ جاں سے کہہ کے دل کا راز

روئے وارث ہو اور دیدۂ شوق — پائے وارث ہوں اور جبینِ نیاز

بے نیاز آپ ہیں نیاز سرشت — بندہ میں اور آپ بندہ نواز

دل پرشور بحر طوفان خیز — لبِ خاموش سازِ بے آواز

سر بکف جا رہا ہوں مقتل میں — تیغِ قاتل سے ہوں گے راز و نیاز

کاش پہنچا دے کوئی طیبہ تک — سجدہ شوق اور سلامِ نیاز

قدم مصطفےٰ کی برکت سے — آسماں بن گئی زمینِ حجاز

مٹنے والے تھے مٹ گئے تم پر — یہی انجام ہے یہی آغاز

مرگ بیدمؔ کسی کی خاموشی

زیست ہے جنبشِ لبِ اعجاز

نہ سنو مرے نالے ہیں درد بھرے دار اثر ہے آہ سحر ہے — تمہیں کیا جو کوئی مرتا ہے مرے اے دشمنِ جاں بیداد گرے

تیری سرمگیں آنکھوں کے صدقے انہیں چھیڑ نہ نیچہ مژگاں سے — ابھی زخم جگر میں تمام ہرے اے محو تغافل بے خبرے

لیا عشق میں جوگ بھکاری بنے تری نقشِ قدم کے پجاری بنے — کبھی سجدے کئے کبھی گرد پھرے بت سیم بر زریں کمرے

گر تو نے ہزاروں وعدے کئے لیکن وہ کبھی ایفا نہ ہوئے — دل ہی میں رہے ارمان مرے اے وعدہ شکن بت حیلہ گرے

بیدمؔ کیا کس طرح رہے مر مر کے جئے جی جی کے مرے

در در منزلِ عشقش دربدرے مجنوں صفتم شوریدہ سرے

تصور میں کسی کا زینتِ آغوش ہو جانا — کسی کا دیکھنا اور دیکھ کر بیہوش ہو جانا

تری مخمور آنکھوں نے مجھے ہستی عطا کی ہے — نہیں تو غیر ممکن تھا مرا مدہوش ہو جانا

دمِ آخر کسی کا بیمارِ غم کا ہچکیاں لینا — وہ کہہ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں خاموش ہو جانا

اگر ہو ایسی بیہوشی تو سو ہوشیاریاں صدقے — کہ سر رکھ کر کسی کے پاؤں پر بیہوش ہو جانا

خزاں میں یاد آ کر آٹھ آٹھ آنسو رلاتا ہے — بہار آتے ہی وہ ہر شاخ کا گل پوش ہو جانا

کسی کو شکوہ باقی تھا نہ پھر کوئی شکایت تھی — ترا آنا کہ اہلِ حشر کا خاموش ہو جانا

فریبِ جلوہ آرائی کمالِ بے حجابی ہے — مری ہستی کے پردے میں ترا روپوش ہو جانا

مرا دل دیکھ لے انکے جلوے کی سمائی کو ۔۔۔ اگر دیکھا نہ قطرے کا دریا نوش ہوجانا
اگر شوقِ شہادت ہے تو پھر تیار ہوجانا
کہ شرطِ جاں نثاری ہے کفن بردوش ہوجانا
چمن میں ذکرِ گل سن کر سراپا گوش ہوجانا ۔۔۔ وہ کلیوں سے مرا کہنا ذرا خاموش ہوجانا
تری خاموش رہنے میں بھی کوئی بات ہوتی ہے ۔۔۔ ترا خاموش رہنا بھی نہیں خاموش ہوجانا
جو ایسا ہو تو ان کی بزم کا پرکیف منظر ہو ۔۔۔ میں دیکھوں انکو وہ دیکھیں مرا بیہوش ہوجانا
جن آنکھوں نے خدا کو دل میں بے پردہ نہ دیکھا ہو ۔۔۔ وہ دیکھیں شمع کا فانوس میں روپوش ہوجانا
وہ عریاں دیکھ کر خنجر کسی دستِ حنائی میں ۔۔۔ مرے سر کا مرے تن پہ وبالِ دوش ہوجانا
مرقع ہے درازئے شبِ دیجور کا بیدم
بکھر کر گیسوئے جاناں کا زیبِ دوش ہوجانا
جانبِ میکدہ آنکلے ہیں مستانے چند ۔۔۔ ساقیا لا تو چھلکتے ہوئے پیمانے چند
کربلا وادئ ایمن دلِ بے صبر و قرار ۔۔۔ قابلِ دید ہیں دنیا میں یہ ویرانے چند
نیندیں انکی ہیں انہیں کے ہیں مقدر بیدار ۔۔۔ سائے میں شمع کے سوتے ہیں جو پروانے چند
کربلا شہرِ نجف یثرب و جیلاں اجمیر ۔۔۔ یہ مرے ساقی دیوہ کے ہیں میخانے چند
کوئی محفل ہو بیاباں کے مزے لیتے ہیں ۔۔۔ جمع ہوتے ہیں جہاں پر ترے دیوانے چند
دل کے چھالوں کو کلیجے سے لگا رکھا ہے ۔۔۔ لعل و یاقوت ہیں میرے لئے یہ دانے چند
نہیں غربت میں جو یارانِ وطن اے بیدم
دفن کر دینگے کہیں دشت میں بیگانے چند
تمہارے ہی مٹنے سے آباد ہے دل تمہیں جب نہ ہوگی تو ویران ہوگا ۔۔۔ تمہیں تک ہے حسرت تمہیں تک ہے ارماں نہ حسرت ہی ہوگی نہ ارمان ہوگا
نہ پامال کر میرے دل کی تمنا خدا را مرا مان لے یار کہنا ۔۔۔ نہیں تو قیامت دیکھے گی دنیا مرا ہاتھ تیرا گریبان ہوگا
جو دل ہے یہی دل کی حالت یہی ہے جو کچھ روز رنگ طبیعت یہی ہے ۔۔۔ سلامت اگر جوشِ وحشت یہی ہے تو گھر ہی کسی دن بیابان ہوگا
مری جان تمہارے ہی قبضہ میں ہے دل تمہاری ہی مرضی پہ چھوڑا ہے دل ۔۔۔ جو تسکین دوگے تو تسکین ہوگی پریشان کروگے پریشان ہوگا
مرا دل فدا تم پہ اور جان قربان تمہیں ہو مری زندگی کا تو ساماں ۔۔۔ تمہارے ہی جب کام نہ یہ جاں تو پھر جانیکا کیا مری جان ہوگا

پیامی جو دیکھا ہی اس سے نہ کہنا بیچینیاں میری اس سے نہ کہنا پریشانیاں میری اس سے نہ کہنا وہ جبدم سنے گا پریشاں ہوگا

نہیں گر حفاظت کا ساماں کوئی تو غربت میں کیوں ہو پریشان کوئی
نہیں جسکا بیدم نگہبان کوئی تو اللہ اس کا نگہبان ہوگا

مری نظروں میں کوئی مستِ خرام ناز تھا آنکھ کا ایک ایک پردہ فرشِ پا انداز تھا
زندگی سمجھے تھے جس کو موت کا راز تھا در حقیقت سازِ ہستی ساز بے آواز تھا
لیکے ہچکی طائرِ جاں مائلِ پرواز تھا کس قدر دلکش کسی کی یاد کا آغاز تھا
لاکھ آشوبِ زمانہ تھا انا الحق کی صدا آشنائے راز پھر بھی آشنائے راز تھا
آئے بیٹھے بیٹھ کر اٹھے ہنسے اور چل دیئے مہرباں وعدہ وفائی کا یہی انداز تھا
لن ترانی حضرتِ موسیٰ کے حق میں تھی مگر طور کا ایک ایک ذرہ گوش بر آواز تھا
قتل گاہ میں زیرِ خنجر عاشقوں کی عید تھی چشمِ حق بیں میں تماشائے نیاز و ناز تھا
توڑ کر قیدِ تعین کھول کر چشمِ یقیں! ہم نے جس ذرے کو دیکھا اک محیطِ راز تھا
ان شہیدانِ وفا کی داستاں سمجھے گا کون قطرہ قطرہ جن کے خوں کا قلزمِ صد راز تھا
گرتے ہی اشکِ ندامت چشمِ عصیاں کار سے باغِ بخشش صورتِ آغوشِ رحمت باز تھا
اس کے بزمِ خاص کا اسرار کی کس کو خبر ذرہ ذرہ جس کے کوچہ کا جہانِ راز تھا
حسن والوں میں یہ جھگڑا ہے مرے مرنے کے بعد عاشقِ جانباز کس کا عاشقِ جانباز تھا
خاک کے پتلے کو مسجودِ ملائک کر دیا! حضرتِ دل کی کرامت عشق کا اعجاز تھا
کامیابِ دید تھی اتنی ہی چشمِ آرزو پردہ بابِ حریمِ ناز جتنا باز تھا

دم لبوں پر تھا مگر اللہ ری وضعِ انتظار
چشمِ بیدم وقفِ دردِ دل گوش بر آواز تھا

وہ بھی اس غارتگری کا شریکِ راز تھا دل وہ دل جسکی وفاداری پہ ہمکو ناز تھا
اپنی ہی ہستی پہ دھوکا غیر کا ہونے لگا! اے دلِ ما سوا یہ کونسا انداز تھا
ان کے آنیکا یقیں بھی اضطرابِ شوق بھی تھا لبوں پر دم مگر میں گوش بر آواز تھا
وضعِ پرکاری سے سرتاسر رہا وہ بے نیاز حسنِ سادہ کس قدر سرمایہ دارِ ناز تھا

تھا اگر اپنے جمالِ حسن کا ان کو غرور — اپنے عشقِ روز افزوں پر ہمیں بھی ناز تھا
بے نیازی کا نہ تھا ممنون عشقِ جاں فروش تھا — حسنِ نمازتگر اگر مرہون سعیٔ ناز تھا
لے گئیں انکی ادائیں لے اڑا ان کا خیال — اب وہ دل دل ہی نہیں جس دل پہ ہم کو ناز تھا

حسن کے جلووں میں بیدمؔ تھا اگر ان کا ظہور
عشق کے پردے میں بھی پنہاں اسی کا راز تھا

کئے جا شکر قسمت کا گلا کیا — غمِ بیچارگی کا تذکرہ کیا!
سنیں دیر و حرم کا ماجرا کیا — بلے قیدِ تعین میں خدا کیا
وہ ہی کر اور پابندِ وفا ہو — تجھے اے آرزوئے دل ہوا کیا
کبھی نبضیں چھٹیں اکھڑا کبھی دم — مریضِ غم نے بدلا رنگ کیا کیا
کہاں تک مدعائے دل کہوں میں — کہاں تک آپ فرمائیں گے کیا کیا
جو مجھ سا درد والا ہو وہ جانے — محبت کیا دلِ درد آشنا کیا
نہیں خالی مرے جلووں سے کوئی — کلیسا کیا حرم کیا بتکدہ کیا
گذر جا منزلِ ہستی سے بیدمؔ — بس اک تارِ نفس کا فیصلہ کیا

رنگ تاثیرِ محبت یوں دکھانا چاہیے — خونِ دل اشکوں میں شامل ہو کے آنا چاہیے
چشم خودبیں اور ہے چشم خدابیں اور ہے — رفعتیں دونوں کی زاہد کو دکھانا چاہیے
وہ سرِ بالیں میں دامن کی ہوا زانوں پہ سر — بے نیاز ہوش کو اب ہوش آنا چاہیے
اہلِ دنیا منتشر ہیں اہلِ محشر مضطرب — داستانِ دردِ دل کس کو سنانا چاہیے
بات تو جب ہے نشانِ قبر بھی باقی نہ چھوڑ — جو مٹے ہیں تجھ پہ انکو یوں مٹانا چاہیے

بیدمؔ اپنی آرزوئے دلبر آنے کے لئے
ایک عرصہ ایک مدت اک زمانہ چاہیے

پردے اٹھے ہوئے ہیں اودھر انکی نظر بھی ہے — بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے
جل گئی شاخ آشیاں مٹ گیا تیرا گلستاں — بلبلِ خانماں خراب اب کہیں تیرا گھر بھی ہے
اب نہ وہ شام شام ہے اپنی نہ وہ سحر سحر — ہونے کو یوں تو روز ہی شام بھی ہے سحر بھی ہے

چاہے جسے بنائیے اپنا نشانۂ نظر
زد پہ تمہارے تیر کے دل بھی ہے اور جگر بھی ہے

دن کو اسی سے روشنی شب کو اسی سے چاندنی
سچ تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

زلف بدوش بے نقاب گھر سے نکل کھڑے ہوئے
اب تو سمجھ گئے حضور نالوں میں کچھ اثر بھی ہے

بیدمؔ خستہ کا مزار آپ تو چل کے دیکھئے !
شمع بنا ہے داغ دل بیکسی نوحہ گر بھی ہے

آتا وہ شب وعدہ وہ ستم کیش ادھر بھی
ہوتا دلِ مہجور کے نالوں میں اثر کاش

ممنونِ عنایات ہیں جس طرح سے اغیار
مجھ پر بھی اسی طرح سے ہو تیری نظر کاش

اس وقت ہے تکمیل جنوں اے دل ناداں
صحرا کریں وحشت میں سمجھنے لگوں گھر کاش

آجائے پئے فاتحہ وہ شوخ لحد پر
مل جائے مجھے نخلِ محبت کا ثمر کاش

کیا پوچھتا ہے ناوک دلدوز کی لذّت
ممنون کرم دل کی طرح سے ہو جگر کاش

گھبراتا ہے اور ہند میں بےچین ہے بیدمؔ
اب جلد یہاں سے ہو مدینہ کا سفر آج

سرخیلِ عاشقاں ہوئے سردار ہو گئے
سر دے کے دار سزاوار ہو گئے

ذوقِ فنا میں جبکہ خبردار ہو گئے
اہلِ نیاز خاک در یار ہو گئے

بیشک وہ تیرے محرم اسرار ہو گئے
بیہوشیوں میں رہ کے جو ہشیار ہو گئے

طفلی کا خواب دیکھنے والے خبر بھی ہے
فتنے تیری جوانی کے بیدار ہو گئے

اختر شماریوں میں شب غم کی بارہا
ظاہر فلک پہ صبح کے آثار ہو گئے

ترا مزاج پوچھئے اے پاسبان یار
سو بار پھر بھی آئیں گے سو بار ہو گئے

اہل قفس پکار اٹھے ہائے آشیاں
تنکے ہوا میں کچھ بر سوار ہو گئے

بیدمؔ نظر فریبیٔ اہل جہاں نہ پوچھ
اکثر ہم اس میں خود ہی گرفتار ہو گئے

سرِ مقتل بنا ہے بہر قتل عام آتا ہے
وہ ظالم جس کو لے دیکر یہی اک کام آتا ہے

لئے اک شعلہ رو کا بزم میں پیغام آتا ہے
لباسِ آتشیں پہنے چراغِ شام آتا ہے

مری کوتاہی قسمت کو دیکھیں میکدے والے
کہ جب آتا ہے میری سمت خالی جام آتا ہے

ارے او بھولنے والے اسے بھولا نہیں کرتے
سحر کا جانے والا قریب شام آتا ہے

پھرپہ یہ تیلیاں دیکھو اڑا دہ رنگ چہرے کا
مبارک ہو شبِ غم موت کا پیغام آتا ہے

زبان و دل بہم اک دوسرے پہ ناز کرتے ہیں
مرے لب پہ الٰہی آج کس کا نام آتا ہے

یہ قسمت اپنی اپنی ہے کہ بزم یار سے بیدم
کوئی تو کامیاب آیا کوئی ناکام آتا ہے

اپنے دیدار کی حسرت میں تو مجھکو سراپا دل کر دے
ہر قطرۂ دل کو قیس بنا ہر ذرّے کو محمل کر دے

دنیائے حسن و عشق مری کرنا ہے تو یوں کامل کر دے
اپنے جلوے میری حیرت نظارہ میں شامل کر دے

ہاں طور و کلیم نہیں نہ سہی میں حاضر ہوں لے پھونک مجھے
برقے کو اٹھا دے کھڑے سے برباد سکونِ دل کر دے

گر قلزمِ عشق ہے بے ساحل ای خضر تو ساحل ہی سہی
جس موج میں ڈوبے کشتیِ دل اس موج کو تو ساحل کر دے

اے درد عطا کرنیوالے تو درد مجھے اتنا دیدے
جو دونوں جہاں کی وسعت کو اک گوشۂ دامنِ دل کر دے

ہر سو سے غموں نے گھیر لیا ہے اب، تو سہارا تیرا ہے
مشکل آسان کرنیوالے آسان میری مشکل کر دے

بیدم اس یاد کے میں صدقے اس دردِ محبت کے قربان
جو جینا بھی دشوار کرے اور مرنا بھی مشکل کر دے

کبھی یہاں لئے ہوئے کبھی وہاں دئے ہوئے
پھری ہے جستجو تری کہاں کہاں لئے ہوئے

زمین دل کی خاک ہے صد آسماں لئے ہوئے
تنزلات عشق میں ترقیاں لئے ہوئے

دل و جگر لئے ہوئے متاعِ جاں لئے ہوئے
کسی کا ناوک نظر تلاشیاں لئے ہوئے

اسی گلی سے آئی ہے شمیم زلف لائی ہے
نسیم صبح آئی ہے تسلیاں لئے ہوئے

مرے غم نہاں پہ ہے نوید عشرت آفریں
بہار ہی بہار ہے مری خزاں لئے ہوئے

ہماری آہ کے شرر ہمیں کو پھونکنے لگے
ہوا کے جھونکے آئے ساتھ بجلیاں لئے ہوئے

تری گلی میں ماہرو پڑے ہوئے ہیں چارہ سو
تمام ذرّے خاک کے تجلیاں لئے ہوئے

نہ قربِ گل کی تاب تھی نہ ہجر گل میں چین تھا
چمن چمن پھرے ہم اپنا آشیاں لئے ہوئے

گل لالہ اس راز میں حقیقت و مجاز میں — ہماری بیتابیاں ترا نشاں لئے ہوئے
اٹھے ہیں حشر میں فدائے کوئے یار اس طرح — جبیں میں سجدے دل میں یاد آستاں لئے ہوئے
نہ دل ملے گا بیدم اور نہ دل کی حسرتیں کہیں
کہ گم ہوا ہے یوسف اپنا کارواں لئے ہوئے

میں یار کا جلوہ ہوں — یا دیدۂ موسیٰ ہوں
قطرہ ہوں نہ دریا ہوں — بستی ہوں نہ صحرا ہوں
جینا مرا مرنا مرا ہے — مرنے کو ترستا ہوں
اپنی ہی آمد و رہ — جھگڑا ہوا نقشہ ہوں
ارمانوں پہ جھگڑا رہ — حسرت کا جنازہ ہوں
اس عالم ہستی میں — یوں ہوں کہ میں گویا ہوں
زندہ ہوں مگر بیدم
اک طرفہ تماشہ ہوں

پیری میں ہے جذبات محبت کا مزا خاص — رکھتی ہے اثر وقت سحر جیسے دعا خاص
کرتے ہیں عبث سب اسے ممنون اطبا — بیمار محبت کی ہے دنیا میں دوا خاص
کچھ اور ہی عالم ہے تری ترچھی نظر کا — ہے ساری اداؤں میں یہ دلربا ادا خاص
جس کا کہ زمانہ متحمل نہیں ہوتا — تجویز وہ میرے لئے ہوتی ہے جفا خاص
بیدم کسی طرف کیوں تری بیداد کا رخ ہے
کیا وہ بھی ہے منجملہ ارباب وفا خاص

کہیں دل نہ سمجھے پردۂ دار الامکان سمجھے — کہاں تھے تم مگر ہم گم نگاہی سے کہاں سمجھے
سراپا درد ہوں میں کوئی کیا میری فغاں سمجھے — جو مجھ سے درد والا ہو وہ میری داستاں سمجھے
ہوئے خاموش جب فطرت کو اپنا ترجماں سمجھے — ہر اک غنچے کو دل ہر خار کو اپنی زباں سمجھے
میں صدقے اس سمجھ کے اب مآل غرض کیا سمجھوں — مری روداد غم ہے آپ جسکو داستاں سمجھے
کئے ہیں رہ میں ہر ہر قدم پہ سینکڑوں سجدے — ہر اک ذرے کو ہم تیرا ہی سنگ آستاں سمجھے

بنایا خوگر صبر و رضا تیرہ نصیبی نے
کہ بجلی کی چمک کو چراغ آشیاں سمجھے

مذاقِ جستجو کی اس طرح توہین ہوتی ہے
بتائیں کیا تمہیں اب تک جہاں سمجھے وہاں سمجھے

حدودِ فہم سے رازِ نیازِ عشق بڑھ جائیں
نہ سمجھوں رازداروں کی نہ میری رازداں سمجھے

فقط تھا امتحاں منظورِ جذبِ شوقِ کامل کا
اٹھے پردہ تو رازِ خندہ ہائے پاسباں سمجھے

چمن کیسا نہ چھوٹی وضع بھی راحت بھی زینت ہے
جہاں اب چار تنکے جمع دیکھے آشیاں سمجھے

فلک پر تھا دماغ اپنا جو سر تھا پائے ساقی پر
دلیلِ تازہ ہاتھ آئی زمیں کو آسماں سمجھے

وضو ہو خونِ دل سے موت سجدے پر کرے سبقت
جنابِ شیخ ارکانِ نمازِ عاشقاں سمجھے

بھلا دیر و حرم کی قید کیا الفت کے بندوں کو
جہاں بھی رکھ دیا سر بارہی کا آشیاں سمجھے

نہ جس نے درسگاہِ عشق میں تعلیم پائی ہو
مری باتیں وہ کیا سمجھے وہ کیا میری زباں سمجھے

میں کہنے کو تو اس سے سرگذشت اپنی کہوں بیدمؔ
مگر سُن کر خدا ہی جانے کیا وہ بدگماں سمجھے

نہ گل کا راز جانے تو نہ بلبل کی زباں سمجھے
تو پھر تیری سمجھ کو بس خدا ہی باغباں سمجھے

ورائے عقل گر ہم سر حدِ وہم و گماں سمجھے
تو قول جاں عبدی کے سازوں کو کہاں سمجھے

جو بیکس رہ چکا ہو وہ سکونِ آشیاں سمجھے
ہم اپنے چار تنکوں کو متاعِ دو جہاں سمجھے

نرالی ہے چمن والوں سے میری زمزمہ سنجی
مرے نغموں کو روحِ طوطیٔ ہندوستاں سمجھے

سرِ جادہ کسے تکلیف دیتی غمگساری کی
ہم اپنی بے بسی حالت کا رہ داں درکارواں سمجھے

تمہارے نام کو ہم نے دوائے دردِ دل جانا
تمہارے ذکر کو ہم باعثِ تسکینِ جاں سمجھے

سنی ہے داستانِ سرمد و منصور بھی تم نے
مگر اب تک نہ الفت کی حدیثِ خونچکاں سمجھے

رگِ جاں سے صدا دی گوشۂ دل میں نظر آئے
کہاں وہ جلوہ گر تھے اور انکو ہم کہاں سمجھے

خدا حافظ ہے بس اب مریضانِ محبت کا
جو تجھ کو دشمنِ جاں روئے دردِ نہاں سمجھے

کھلائے کیا نئے گل ذوقِ یکرنگی کے غلبہ نے
کسی کا آشیاں دیکھا ہم اپنا آشیاں سمجھے

بھلا بیدمؔ سمجھ تو ایسے دیوانے کو کیا کہئے
جو اپنی بے نشانی بھی اُسی کا ثبت نشاں سمجھے

مر کے بھی دل نے اک قیامت کی — زلزلے میں زمین ہے تربت کی
سادگی دیکھو اس کی صورت کی — جوش پر ہے بہارِ فطرت کی
دامنِ تیغِ یار کیا کہنا — آرہی ہیں ہوائیں جنّت کی!
نہ سہی آج حشر میں ملنا — بات ہی کیا ہے اتنی مدت کی
اک ترے دم سے اے شہیدِ وفا — آبرو بڑھ گئی شہادت کی
آج کا ہوش ہے نہ کل کی خبر — دستِ ساقی پہ جب سے بیعت کی
درِ جاناں پہ میرا بستر ہے — مجھ کو حاجت نہیں ہے جنّت کی
میرے عرضِ سوال پر بولے — گفتگو ہے یہ وقتِ فرصت کی

حالِ بیدمؔ پہ اے خدائے کریم
حد نہیں کچھ تری عنایت کی

جہاں پر ختم ہوتی ہیں حدیں دنیائے امکاں کی — بہت آگے ہیں اس سے جلوہ گاہیں حسنِ جاناں کی
بتائے کیا کوئی تعبیر اس خوابِ پریشاں کی — ابھی زندہ ابھی مردہ عجب ہستی ہے انساں کی
سحر ہوتے ہوا آزاد اسیرِ شامِ تنہائی — صدا اٹھی آخری ہچکی شکستِ قفلِ زنداں کی
سنبھلنا ہاں سنبھلنا اے مٹانے والے تربت کے — زمیں کروٹ ہی کو ہے گورِ غریباں کی
ملا کے چاکِ دامن کی حدوں سے پنجۂ وحشت — بڑھا دے اور تھوڑی حد مرے چاکِ گریباں کی
یہ بدلی کس مریضِ شامِ غم نے آخری کروٹ — زمیں ہے زلزلے میں جلوہ گاہِ نازِ جاناں کی
جہاں کل غنچہ و گل تھے وہاں خاک اڑتی ہے — حقیقت میں نگاہوں میں یہ ہستی ہے بیاباں کی
یہ اقلیمِ محبت ہے یہاں کے مرنے والوں کی — کفن کے ساز میں ملتی نہیں گورِ غریباں کی
اسے رہنے دے اپنے حال پر اللہ حافظ ہے — نہ کر تدبیر درماں چارہ گر بیمارِ ہجراں کی
اٹھا دے جلوہ گاہِ معرفت کا آخری پردہ — کہ نادیدہ تجلی ہے ابھی اک شمعِ عرفاں کی

تصدق ساقیٔ کوثر کا بیدمؔ کو پلا ساقی
مدینہ کی نجف کی کربلا کی اور خراساں کی

رہیں گی بعد میرے بھی یونہی رسوائیاں میری — میں چپ بیٹھ ہوں گا تو پھر دنیا کہیگی داستاں میری

نہ کچھ قصہ ہے میرا اور نہ کوئی داستاں میری
کہوں کیا سامنے آنکھوں کے ہیں بربادیاں میری

جو سنتا ہے تو سُن آکے مجھ سے مہرباں میری
کہے گا بعد میرے کون تم سے داستاں میری

وہ ہچکی جو بنی تھی آگے مرگِ ناگہاں میری
اسی ہچکی میں ساری عمر کی تھی داستاں میری

وہ بربادِ تمنا ہوں وہ ناکامِ محبت ہوں
اجل کو ڈھونڈتی ہے تھک کے سعیِ رائیگاں میری

سنا جس جس نے اپنی ہی رودادِ الم سمجھا
زمانہ بھر کا افسانہ تھا گویا داستاں میری

مرا دل یوسفِ گم گشتہ کی صورت نہیں ملتا
نگاہیں ڈھونڈھتی ہیں کارواں در کارواں میری

وہی میرے لئے ساحل ہے دریائے محبت کا
جہاں پر ڈوب جائے کشتیِ عمرِ رواں میری

مدد کر اب مدد کا وقت ہے اے یاسؔ سودائی
کہ دل سے گھٹ کے لب تک آ کئی جاتی ہے فغاں میری

ہوئے جاتے ہیں پنہاں قافلے والے نگاہوں سے
دُہائی ہے دہائی اے غبارِ کارواں میری

بوقتِ نزع جب زنداں میں آئیں ہچکیاں مجھکو
تو میں سمجھا کہ کاٹی جا رہی ہیں بیڑیاں میری

دمِ آخر بھی اس درجہ مجھے پاسِ نشیمن ہے
کہ گردن پر چھری ہے آنکھ سوئے آشیاں میری

درِ وارث سے بیدمؔ سر کا اٹھنا غیر ممکن ہے
ازل سے ہے جبینِ شوق وقفِ آستاں میری

میں کہہ بھی دوں تو بیدمؔ کیا نتیجہ میرے کہنے سے
وہ سُن بھی لیں تو کیا سمجھیں گے ننگِ داستاں میری

منکشف تجھ پہ اگر اپنی حقیقت ہو جائے
خود پرستی ترے مذہب میں عبادت ہو جائے

بیخودیِ عشق میں گر خضرِ طریقت ہو جائے
حق تو یہ ہے غمِ کونین سے فرصت ہو جائے

یوں تو چلئے کہ ہو پامال دلوں کی دُنیا
کہیں برپا نہ زمانے میں قیامت ہو جائے

عوضِ گل اگر اس کوچہ کی ہو خاک نصیب
حاصلِ گورِ غریباں مری تربت ہو جائے

میرے دم تک ہی یہ احباب پریشانی ہیں
موت آئے تو غمِ زیست سے فرصت ہو جائے

کیسا بربادی کا خوف اور غمِ رسوائی کیا
سب سر آنکھوں پہ اگر تیری بدولت ہو جائے

آپ جب چاہیں اٹھا دیں رُخِ روشن سے نقاب
آپ جب چاہیں قیامت ہو قیامت ہو جائے

اسکو عشرت کی تمنا ہے نہ عسرت کا ہول
خوگرِ رنج و الم جس کی طبیعت ہو جائے

جان دیکر بھی رہائی نہیں ممکن اس کی
دل کے ہاتھوں جو گرفتارِ محبت ہو جائے

کھل گئے یوں گریۂ گر دیدۂ دیدارِ طلب
دیکھ افسانہ کہیں رازِ محبت ہو جائے

وہ جھٹکتے ہیں تو جھٹکیں مگر اے دستِ طلب
ان کا دامن نہ چھٹے چاہے قیامت ہو جائے

گر رخِ شاہدِ معنی سے نقاب اٹھ جائے
سارا عالم ابھی آئینۂ حیرت ہو جائے

ذرہ خورشید ہو قطرہ بنے دریا بیدمؔ
جس پہ سرکارِ مدینہ کی عنایت ہو جائے

زہے نصیب تیری خاکِ آستاں ہوں میں
خدا کا شکر کہ کیا چیز ہوں کہاں ہوں میں

سنے گا کون زمانے میں داستاں میری
زمانہ مجھ سے زمانے سے سرگراں ہوں میں

کمالِ ضبط یہی ہے مآلِ عشق یہی!
کہ دہن میں ہے زباں پھر بھی بے زباں ہوں میں

صدا یہ خاکِ نشیمن سے میرے آتی ہے!
جو فصلِ گل میں جلا ہے وہ آشیاں ہوں میں

مدام پردۂ عشق و سخن میں اے بیدمؔ
حدیثِ عشق و محبت کا ترجماں ہوں میں

سجدہ اسی کا سجدہ ہو سر وہی سرفراز ہو
یار کے پائے ناز پر جس کی ادا نماز ہو

چشمِ اداشناس گو پردہ کشائے راز ہو
آئینۂ خدا نما رنگِ رخِ مجاز ہو

کیسا حجابِ ماہ من آرزوئے لقا سنبھل
حسنِ نظر نواز ہے چشمِ نظارہ ساز ہو

روئے حقیقتِ جمال نورِ نظر نہ بن سکے
حسنِ مجاز اگر نہ ہو تو نمانۂ امتیاز ہو

مرنا ہے مقصد و مراد جینا وبالِ جان ہے
تیغِ ادائے ناز یار تو ہی گلو نواز ہو!

نبضیں جواب دے گئیں ٹوٹ رہا ہے دم کوئی
اپنے مریضِ ہجر سے تو تو نہ بے نیاز ہو

در سے ترے کوئی گدا خالی کبھی نہیں پھرا
میری طرف بھی اے کریم دستِ کرم دراز ہو

بیدمؔ خستہ چھوڑ کر فکرِ مآلِ کارِ عشق!
یار کا ہو چکا تو پھر آپ سے بے نیاز ہو

قفس کی تیلیوں سے لے کے شاخِ آشیاں تک ہے
مری دنیا یہاں سے ہے مری دنیا وہاں تک ہے

زمیں سے آسماں تک ہم سماک سے لامکاں تک ہے
خدا جانے ہمارے عشق کی دنیا کہاں تک ہے

خدا جانے کہاں سے جلوۂ جاناں کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جسکی جہاں تک ہے

کوئی مر کے تو دیکھے امتحاں گاہِ محبت میں
کہ زیرِ خنجرِ قاتل حیاتِ جاوداں تک ہے

نیاز و ناز کی روداد حسن و عشق کا قصہ
یہ جو کچھ بھی ہے سب اُنکی ہماری داستاں تک ہے

قفس میں بھی وُہی خوابِ پریشاں دیکھتا ہوں میں
کہ جیسے بجلیوں کی رو فلک سے آشیاں تک ہے

خیالِ یار نے تو آتے ہی گم کر دیا مجھ کو
یہی ہے ابتدا تو انتہا اسکی کہاں تک ہے

جوانی اور پھر ان کی جوانی اے معاذ اللہ
مرا دل کیا تہ و بالا نظامِ دو جہاں تک ہے

ہم اتنا بھی نہ سمجھے عقل کھوئی دل گنوا بیٹھے
کہ حسن و عشق کی دنیا کہاں سے اب کہاں تک ہے

وہ سر اور غیر کے در پر جھکے تو یہ معاذ اللہ
کہ جس سر کی رسائی تیرے سنگِ آستاں تک ہے

یہ کس کی لاش بے گور و کفن پامال ہوتی ہے
زمیں جنبش میں ہے برہم نظامِ آسماں تک ہے

جدھر دیکھو ادھر بکھرے ہیں تنکے آشیانے کے
مری بربادیوں کا سلسلہ یارب کہاں تک ہے

نہ میری سخت جانی پھر نہ ان کی تیغ کا دم خم
میں اُس کے امتحاں تک ہوں وہ میرے امتحاں تک ہے

زمیں سے آسماں تک ایک سناٹے کا عالم ہے
نہیں معلوم میرے دل کی ویرانی کہاں تک ہے

ستم گر تجھ سے امیدِ کرم ہوگی جنہیں ہوگی
ہمیں تو دیکھنا یہ تھا کہ تو ظالم کہاں تک ہے

نہیں اہلِ زمیں پر منحصر ماتم شہیدوں کا
قبائے نیلگوں پہنے فضائے آسماں تک ہے

بے پردہ زلف بدوش کوئی جب عرصۂ حشر میں آئیگا
ہم کیا خورشید قیامت بھی مُنہ تکتا ہوا رہ جائیگا

تو بھولا بھالا ہے لے دل بے طرح ستایا جائے گا
اُس شوخ حسینوں سے ملکر واللہ بہت پچھتائیگا

اک عمر کا ساتھی چھوٹا ہے مدت کا سہارا ٹوٹا ہے
دل ٹھہرتے ٹھہرتے صبر آتے آتے آئے گا

لو دیکھ چکے بس رہ جاؤ تم بیمار کی نبضیں چھوٹ گئیں
اب حال جو ہونیوالا ہے وہ تم سے نہ دیکھا جائیگا

بیکار یہ رونا دھونا ہے اب رونے سے کیا ہونا ہے
جو ہونیکو تھا ہو ہی چکا جو ہونا ہے ہو جائے گا

سُنکر شبِ غم کا افسانہ وہ چاہتے ہیں کچھ فرمانا
اُنکی بھی سنے گا دیوانہ یا اپنی ہی کہتا جائے گا

بیدم یہ رازِ حقیقت ہے بیدم نہ وہ اصل حقیقت ہے
جو تیری سمجھ میں آتا ہے جو تیری سمجھ میں آئیگا

کلام پوربی بھاشا برہا بروگ

سیئو کیہو موری بپت کہانی
پیو کارن ہم یہ گت کینہی !
سب جگ چھانڈ پیا کا دھایوں
دو بھر کٹے موہنہ سانجھ سویرا
سکھ کی نیند سوئے سنسارا
بن بن پھروں پیا کے کارن
جو سن پاؤں اکاس میں چھائے
بنوں میں پاتال میں ہیروں
تینوں کہوں اس کا سس پاؤں
جب لگ تن چلت ہے سانا
موبرہن کے رکت کہاں رہیو
بلے جوبن بھیے مورے ماتی
نہ گجرا نہ سیس بندولیا
بن پیا دھند لگے دن راتی
مجھ ہی کس تلپھوں بن پیو
کہہ ہے کہوں کہ چھتیاں پھاریں
ایسی بدھک گھڑی بھیو جالا
برسے میگھ برکھا کو سماں ہے
دھرتی پھٹے میں نہ ماں سماؤں
بکہ بھرپور کھائے جیو کھوئی
آپ جیون موتھ مرن دکھادے
جگ بیتے سوامی نہیں آئے

پیو کے کھوج میں آپ ہرانی
لوگ لاج ساری تج بیٹھی !
کرم ہیں اس تیہوں نہ پایوں
اک پیتم بن دکھ ہے گھنیرا
وارث بن میں گنت ہوں تارا
کہاں اس بھاگ جو پاؤں ساجن
اڑ ہیروں میں پنکھ لگائے
مرگ بنوں اور بن بن ٹیروں
کعبہ کاشی پر آگ منجھاڈوں
تب لگ ملن کی لگی ہے آسا
روم روم انسوا بن بھیو !
گیو سنگھار پیا کے ساتھی
مانگ سیندور نہ گلے میں ہلیا
جس کر گھر لاکے بن باتی !
نکست ناہیں بج بھیو جیو !
کہہ سے کہوں کٹیں نہ راتیں
ہم کا کر گئے دیس نکالا
بران بوندوں بھینٹ کہاں ہے
گرے اکاس کہیں دب جاؤں
ڈوب مروں کبھی اس سن ہوئی
جیو بن پیو کس دھیرج لائے
کب توں کو ٹو جیو کا سمجھائے

گب لوہو بہو بدیسی پیارے
جیو کے جب پپیہا بولے
کت ہیروں تو ہنہ مولی والے
کت ہیروں تو ہنہ علیؑ کے پیارے
کت ہیروں کہہ کی پیا لاگوں
آل مورے جگ کے گوسیّاں
آل کاری کا سر والے
آل اے دیوہ کے بسیّا
آل اے جگ کے سرتاجا
تم بچھڑن کو کلین ہے بھاری
آ پیارے تورے بل بل جاؤں
پلکن سے توری راہ بہاروں
چال کو چال نہ مورے پر یکھو!
کرپا سے موری اور نہارو
منتی کروں توری دیوں دوہیّا
بیچ منجدھار چلے پور دیا!
بوڑت ہوں میں بیگ ہی آؤ
لیو پوری بھئی بات تمہاری
دین دیال دیا اب کیجئے
رکھ لیو اپنے تمھار کی ماتا!
کیوں بیٹھن کو ٹھور نہ پاؤں
کوکن جان کے موہنہ بتاؤ
بیدم تمہرے بل بل جائے

بات تکوں میں سانجھ سکارے
سُن سُن نام جیا مورا ہولے
کت ہیروں مورے ہریالے
فاطمہؓ بی بی کے راج دُلارے
آل منر میں جگ کا تیاگوں
منتی کروں توری بہوں بلیّاں
سیس او گھرلٹ گھونگریالے
آل اے مورے کرشن کنہیا
آل مورے گریب نواجا
ہی کارن بھئی سب سے نیاری
آ تورے چرنن سیس نواؤں!
دھر کے نینن کا روپ نہاروں
آپن جان موہنہ دس دیکھو
دینا ناتھ پربھو تم نہ بسارو
سُن لے موری مورے لاج رکھیّا
تمہرے بنا موری ڈوبت نیّا
ہری بسرجن بسر لگاؤ
کہت ہوں تم جیتے میں ہاری
سگری بپتا موری ہر لیجے
ہے سوامی وارث جگ داتا
تمہر دوار چھوڑ کت جاؤں
دوارے سے اپنے جن دھرکاؤ
جولوں جئے تمہرے گن گائے

تم سدھ لیو تو ہے نستارا   پھر کہاں ٹھور جو تم ہی بسارا
کر باندھاں گریب نواجا پت کے واکھن ہار
وارث پیو جگت تارن ہارے موری او نہار

اب آن پڑی ہے موری منجھدھار بیں نیّا   ڈیوبے کے بنیا
بنیا میں پھنسی ہوں توری دیتی ہوں دہائیا   ڈیوبے کے بنیا
جیسی ہوں تمہاری ہوں بُری کہ بھلی ہوں   ٹکڑوں کی پلی ہوں
اب لاج رکھو مورے لاج رکھیّا   ڈیوبے کے بنیا
کو کر ہوں توری توری دھریا پڑی ہی ہوں   بنیا میں گھری ہوں
ہاں ہاں موری سدھ لیو موری باہنہ گہیا   ڈیوبے کے بنیا
سپنے ہی میں آجاؤں کبھو مورے گسیّاں   لاگوں تورے پیّاں
ہر لیو موری پیر تورے پیر ہریّا   ڈیوبے کے بنیا
بیدم ہوں سکے انگنا کبھو آجاؤ مراری   جاؤں تورے واری
اے کرشن کنھیا مورے مرلی کے بجیّا   ڈیوبے کے بنیا

آج موتین سہرا گوندھاؤں گی
ہریالے بنے لاڈلے بنے

نگر کی سات سہاگن بن کے   گھر گھر الکھ جگاؤں گی   آج موتن سہرا
بہنا بلائے اگنوان بیٹھوں   سبھ گھڑی لگن دھراؤں گی   " "
گیندو چندن توری پوجھوں سہرا   پانچوں پیر مناؤں گی   " "
سر سہرا مکھ گمنا سجھوں   پانچن منڈھا چھواؤں گی   " "
بغدادی موتیا چمکیلے   شاہ رزاق سے لاؤں گی   " "
خواجن کی بگیا کے پھلیا   خواجہ قطب سے منگاؤنگی   " "
چشتی کے راج دلارے   اپنے وارث کو دولہا بناؤنگی   " "
دریابی بی کو نسے ہوں مبارک   جو مانگوں ہی پاؤں گی   " "

سولھو سنگھاریں کر کے بیدم   اپنے بنے کو رجھاؤں گی   آج موتن سہرا

میرے وارث جگ اوجیالے تم پہ لاکھوں سلام

دیوہ نگر استھان بنایو   سارے ہند کو بھاگ جگایو
برہم روپ سنکھہ دکھلایو!   تم ہو مدینے والے تم پر پہ لاکھوں سلام

میرے وارث جگ اوجیالے تم پہ لاکھوں سلام

نیّا بھنور میں آن پھنسی ہے   جگ بھورن سے بوڑ چلی ہے
تم سے گوسیّاں آس لگی ہے   تم بن کون سنبھالے تم پہ لاکھوں سلام

میرے وارث جگ اوجیالے تم پہ لاکھوں سلام

تم اللہ نبیؐ کے پیارے   مولا علیؓ کے راج دلارے
فاطمہؓ بی بی کے آنکھ کے تارے   سب کے نام اچھالے تم پہ لاکھوں سلام

میرے وارث جگ اوجیالے تم پہ لاکھوں سلام

ترے در آر نوبت نت باجے   تمھرے داس راجے مہاراجے
لکھ موتین کو سہرا ساجے   دولہا ہو ہریالے تم پہ لاکھوں سلام

میرے وارث جگ اوجیالے تم پہ لاکھوں سلام

بیدم تج کے اپنی نگریا!   آن پرنا دے تمری دھریا
تمھرے ہاتھ ہے لاج سنوریا!   وآرث دیوے والے تم پہ لاکھوں سلام

میرے وارث جگ اوجیالے تم پہ لاکھوں سلام

خواجگاں کے جھرمٹ میں ایک وارث چھیل چھبیلا ہو   دھن دھن بھاگ ہیں اکے سکھی ری جکے اس سا جوا ہو
وارث درشن کو انکھیاں ترسیں نین سے رکت کے مینہا برسیں   ہولی ہو لس مو ری رتیا بیتیں روئے روئے کاٹوں دانواہو
پیہرہ رہتیا سبر برن پہ سوہے دیکھ دیکھ جا گو جگ موہے   سیس او گھرلٹ گو گھریالے دیہی دیہی سجنا ہراہو

پنجتن پاک کے راج دلارے قربان علیؓ کے پوت پیارے
اپنے داس بیدم کے سہارے دو جگ کے پالنواہو

ہولی

گنج شکر کے لال نظام الدین چشت نگر میں پھاگ رچایو
خواجہ معین الدین اور قطب پریم کے رنگ کی پی جڑایو

سیس مکٹ ہاتھن پچکاری موری آنگن ہولی کھیلن آیو
پیر نظام الدین چتر کھلاڑی بہیاں پکڑ میر گھونگھٹا اٹھایو

دھن دھن بھاگ انکے موری سجنی جن السپور سندر بر تیم پایو
کھیلو رے چشتیو ہولی کھیلو خواجہ نظام کے بھیس میں آیو

لپک جھپک اور آن اچانک رنگ ڈارو اور مدھوا پلایو
اپنے نگیلے کے بیدم واری جن موہے لال گلال بنایو

دادرہ

لاگی بنجر بھر پور نظام الدینؒ ۔ کر گئی چکنا چور نظام الدینؒ — لاگی بنجر
تاج ولایت سر پہ سوہے یہ مکھڑے پہ نور ظہور نظام الدینؒ — ”
اندھیری ایاہج کس پہنچے ۔ تمہری اڈیا ہے دور نظام الدینؒ — ”
باتھ گہے کی لاج ہمیں تو ہے سرکار ہجور نظام الدینؒ — ”
تمہری دہر یا آن پری ہی بیدم نرگن کور نظام الدینؒ — ”

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ بِعَدَدِ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ

شجرۂ عالیہ وارثیہ نسب نامہ

سلام سرورِ دین ہاشمی و مطلبی
حضور سیّد عالم محمد عربی

سلام حضرتِ مولا علیؓ و شیرِ خدا
سلام مادر حسنینؓ فاطمہؓ زہرا

سلام بیکس و مظلوم سیّد الشہدا
حسینؓ صابر و شاکر شہیدِ کرب و بلا

سلام سیّد سجّاد عابد بیمار
فروغِ ملّت بیضا و مطلع انوار

سلام دفترِ دینِ رسول کے ناظم
امامؑ باقر و جعفرؓ و موسےٰ کاظمؓ

سلام عترت زہراؓ و سیّد مہدی
امام قاسم و حمزہؓ علی رضا، مہدی

سلام سیّد جعفر و نور محمد پاک
علی عسکری بو القاسم مہ افلاک

سلام سیّد محروق و سیّد اشرف
امیر کشورِ دیں یادگارِ شاہِ نجف

سلام سیّدِ سادات شاہ عزیز الدین
جناب حضرت مخدوم دیں علاؤ الدین
سلام حضرتِ مخدوم سیّد عبد الآباد
حضور سیّد واحد عمر جناں آباد
سلام سیّد زین العباد و قطب زماں
فروغ بزم سیادت امام اہل زماں
سلام شاہ عمر نور ہادی و رہبر
جناب سید عبد الاحد گدا پرور
سلام سیّد احمد شاہ کرم اللہ
جناب پیر سلامت علی شہ ذیجاہ
سلام سیّد قربان علی شہ ذیشاں
بہار گلشن کونین و فخر کون و مکاں

سلام مرشدِ کونین و ہادی دوراں
حضور حاجی وارث علی امام زماں

مقطع فقیر مصنف

سلام سیّدِ خستہ قبول ہو جائے
اثر بیاں میں طفیلِ رسول ہو جائے

شجرۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ وارثیہ

الٰہی سرورِ عالم شہ ابرار کا صدقہ
شہنشاہِ مدینہ احمدِ مختار کا صدقہ
الٰہی میری ہر مشکل کو آسانی عطا فرما
علی مشکل کشا و حیدرِ کرار کا صدقہ
الٰہی راہِ تسلیم و رضا کی خاک کر مجھکو
حسین ابنِ علی سرچشمہ اسرار کا صدقہ
دوائے دردِ فرقت مانگتا ہوں ہاتھ پھیلائے
عطا فرما الٰہی عابد بیمار کا صدقہ
الٰہی باقر و جعفر کی دے خیرات تو مجھکو
امام کاظم و موسیٰ رضا سردار کا صدقہ
تصدق خواجۂ معروف کرخی سِرّ سقطی کا
جنید و شبلی، عبد الواحد ابرار کا صدقہ
طفیل حضرت ابو الفرح طرطوسی مجھے
علی و بو الحسن مستِ مے اسرار کا صدقہ
الٰہی بو سعید پیر پیراں شیخ لاثانی
مہ برجِ طریقت مطلعِ انوار کا صدقہ
محی الدین شیخ عبد القادر شاہ جیلانی
جناب غوث کے گلگونہ رخسار کا صدقہ
شہنشاہِ طریقت عبد الرزاق گدا پرور
سر سید محمد سرورِ سردار کا صدقہ

الٰہی سیّد احمدؒ اور شہِ سیّد علی عارف
جناب شاہ موسیٰ قادری سرکار صدقہ

شہ سیّد حسن اور شیخ بو العباس کی خاطر
بہاؤ الدین قیم بادۂ اسرار کا صدقہ

برائے خواجۂ سیّد محمدؒ قادری یارب
مجھے دینا جلال قادری سردار کا صدقہ

شہ میراں فریدؒ بھکر ابراہیم ملتانی
اور ابراہیم بھکر مخزنِ انوار کا صدقہ

سراپا رحمتِ حق حضرت شاہ امان اللہ
جبینِ حق نما محوِ جمالِ یار کا صدقہ

شہ غوث آشیاں شاہِ ہدایت گنج عرفاں
محبِ حق حبیبِ احمدؐ مختار کا صدقہ

جو آنکھیں دیں تو آنکھوں کو عطا کر لطفِ نظارہ
شہ عبد الصمد کے دیدۂ بیدار کا صدقہ

دیا ہے دل تو دل میں درد دے اور درد میں لذت
شہ رزاق کی شیرینیٔ گفتار کا صدقہ

گلِ بستانِ زہرا سیّد اسمٰعیل رزاقی
جناب شاکر اللہ گوہرِ شاہوار کا صدقہ

نجات اللہ و حضرت حاجی خادم علی کامل
امیر لشکرِ دیں قافلہ سالار کا صدقہ

امام الاولیا و بنتِ علی لختِ دلِ زہراؓ
مرے والی مرے وارث مرے سرکار کا صدقہ

گدائے عشق ہوں بھر دے مرادِ دل یہ مرادوں سے
انہی کی چشمِ مست و گیسوئے خمدار کا صدقہ

زکوٰۃ خوبیٔ نقش و نگارِ روضۂ انور
ملے انوار وارث کے در و دیوار کا صدقہ

جہاں سے مانگنے والا کبھی خالی نہیں پھرتا
اسی روضہ کے ہر زائر کا ہر زردار کا صدقہ

عطا کر اپنے بیدم کو شرابِ معرفت ساقی
تصدق میکدے کا اپنے ہر میخوار کا صدقہ

شجرۂ طیبہ چشتیہ نظامیہ وارثیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الٰہی مجھ کو سرکارِ رسالت کی محبت دے
علی مشکلکشا شاہِ ولایت کی محبت دے

الٰہی اہلِ بیتِ مصطفےٰ کا عشق دے مجھکو
حسن بصری و واحد گنجِ وحدت کی محبت دے

فضیل اور خواجہ ابراہیم ادھم کا فدائی کر
سدید الدین حذیفہ غوثِ ملت کی محبت دے

امین الدین ہبیرہ شیخ بصری عارف کامل
جناب فیض بخش و کان شفقت کی محبت دے

خدیو چشتیاں خواجہ ابو اسحاق کا صدقہ ۔۔۔ ابی احمدؒ ولی خضر ہدایت کی محبت دے
طفیل خواجہ ناصر محمدؒ صاحب نصرت ۔۔۔ ابو یوسف نسیم باغِ وحدت کی محبت دے
الٰہی قطب الدین مودود یوسف کے تصدق میں ۔۔۔ مجھے تو میرے پیرانِ طریقت کی محبت دے
شریفِ زندانی و خواجہ عثمانؒ ہارونی ۔۔۔ امام و رہبر و شرع و طریقت کی محبت دے
امامِ چشتیاں خواجہ معین الدینؒ اجمیری ۔۔۔ ولی ہند سلطانِ طریقت کی محبت دے
بنا دیوانہ مجھ کو قطب دین بختیار کاکیؒ کا ۔۔۔ حواس و ہوش لے لے اور حضرت کی محبت دے
فرید الدین گنج شکری کا ذوق دے مجھ کو ۔۔۔ نظام الحق نظام الدین و ملّت کی محبت دے
نصیر الدین چراغِ دہلوی سے لَو لگا میری ۔۔۔ کمال الدین سراج الدین کی سیرت کی محبت دے
علیم الدین اور محمود راجن کا تعلّق دے ۔۔۔ جمال اللہ کے نورِ بصیرت کی محبت دے
شہ محمود اور خواجہ محمدؒ خواجہ یحییٰ! ۔۔۔ کلیم اللہ خورشیدِ حقیقت کی محبت دے
نظام الدین، فخر الدین، قطب الدین، جمال الدین ۔۔۔ عباد اللہ کے اندازِ اطاعت کی محبت دے
مجھے شیدا کرنا شاہ بلند رام پوری کا ۔۔۔ شہ خادم علیؓ مہر سیادت کی محبّت دے
نبیؐ کے لال اور مولا علیؓ کے لاڈلے وارث ۔۔۔ بہارِ گلشنِ خاتونِ جنت کی محبّت دے

دوائے دردِ دل دے دردمنداں محبت کو
دلِ بیدمؔ کو یارب دردِ الفت کی محبت دے

آمین یا ربّ العٰلمین

قطعاتِ تاریخ

قطعہ تاریخ جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر حضرت جلیل جانشین آمیرؔ مینائی

دیوان پُر بہار کے ہر تازہ شعر میں ۔۔۔ معنی آبدار کی اک کائنات ہے
اس جانفزا کلام کی تاریخ کہہ جلیل ۔۔۔ بیدمؔ کا یہ سخن نہیں آبِ حیات ہے

۱۳ ۵ ۵۴

قطعہ تاریخ ترتیب از خدائے سخن نوح ناروی جانشین حضرت داغ دہلوی

نسخۂ دیوان شاہ بیدم کا — آنے والا ہے جلد پیشِ نگاہ
سال ترتیب عیسوی میں لکھو — شاہکارِ دماغِ بیدم شاہ

۱۹ ء ۳۴

قطعہ تاریخ از سرآمد شعرائے پنجاب پیرزادہ حکیم غلام قادر شاہ قادری اثر جالندھر

بیدم بحق لسان طریقت بعالم است — صوفی صافی است و سخن سنج حق پرست
شیشۂ آب زمزم و کوثر زبان اوست — زاں دل پذیر اہلِ حقیقت بیان اوست
دیوان خویش را چو بفرمود مشتہر — منت نہاد بر ہمہ شعرائے نکتہ ور
مخمور ذوق از کمالاتش جہاں شدہ — ہر اہلِ شوق مشتری او بجاں شدہ
تاریخ طبع عیسوی او چو خواستم — زد ساغر حقیقت بیدم اثر رقم

۱۹ ء ۳۵

دیگر

بیدم وارثی کہ کمالاتش — ذوق انگیز اہلِ معنی ہست
چوں مرتب نمود نور العین — جمع ارباب شوقِ سرمست
جملہ اشعار روح پرور او — یاد دہند زمانِ الست
عیسوی سالِ طبع او جستم — گفت ہاتف غذائے روحی ہست

۱۹ ء ۳۵

عندلیب گلستانِ فصاحت جناب مولوی سید محمد علی صاحب آذر بستی غنذان جالندھر تلمیذ نوح ناروی

چھپا جب نسخۂ عرفان بیدم — ہوئے عارف بجاں قربان بیدم
لکھی آذر نے تاریخ طباعت — چراغِ عرشِ دل دیوان بیدم

۱۹ ء ۳۵

قطعہ تاریخ فصیح العصر جناب مولوی محمد سرفراز خانصاحب سرورؔ

رئیس بستی غذاں جالندھر شاگرد حضرت جگر وارثی بسوانی

حضرتِ بیدمؔ کا شائع ہو گیا تازہ کلام — کھل گئے ہیں لب تو اسرارِ معانی دیکھئے
لکھ دے تو سرورؔ اگر ہے فکرِ سالِ انطباع — کیا شگفتہ ہے یہ گلزارِ معانی دیکھئے

۱۳۵۴

سخنورِ سحر بیان جناب مولوی کبیر خانصاحب رئیس بستی غذاں جالندھر

چھپا بیدمؔ خوش بیاں کا جو دیواں — دوبالا ہوئی اور شانِ فصاحت
رقم سال طبع کا سالِ ہجری میں لکھ دو — کہ ہیں شعر بیدمؔ کے جانِ فصاحت

ولہ

چھپ گیا حضرت بیدمؔ کا کلام — آگیا دور میں جامِ رنگیں
یہ دعا اور ہے تاریخ رسا — پائے شہرت یہ کلامِ رنگیں

قطعہ تاریخ از شاعرِ نغز گفتار جناب مولوی احمد حسن صاحب زارؔ لدھیانوی

مرحبا شیرینیٔ اشعارِ بیدمؔ وارثی — آجکل ہے گرمیٔ بازارِ بیدمؔ وارثی
بچہ بچہ ان کی غزلیں گا رہا ہے شوق سے — جس کو دیکھو ہے وہی سرشارِ بیدمؔ وارثی
زاہدانِ خشک کیا سمجھیں گے ان کے رنگ کو — اہلِ دل ہیں محرمِ اسرارِ بیدمؔ وارثی
حضرتِ کامل نے یہ مژدہ سنایا ہے ہمیں — چھپ گیا دیوانِ گوہربارِ بیدمؔ وارثی

مصرعۂ تاریخ میں دادِ سخن ہاتف نے دی
زارؔ لکھ دو واہ وا اشعارِ بیدمؔ وارثی

۱۳۵۴

دبیر الدولہ ناظم یار جنگ. جہان استاد. بلبل ہندستان
نواب فصیح الملک بہادر حضرت داغؔ دہلوی طاب ثراہ

کے

دیوان

گلزار داغ
قیمت چار روپیہ علاوہ محصولڈاک

یادگار داغ
قیمت تین روپیہ علاوہ محصولڈاک

آفتاب داغ
قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ :- کتب خانہ نعمانیہ کوچہ سادھورام آگرہ

نواب
دبیر الدولہ، ناظم یار جنگ جہان استاد، بلبل ہندوستان
فصیح الملک بہادر حضرت داغ دہلوی کے پورے دیوانوں کا

مجموعہ

کلیات داغ

قیمت

آٹھ روپیہ 8/-/-

علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ نعمانیہ کوچہ سادھو رام آگرہ